بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ الفرقان لکھنؤ

جلد نمبر ۸۰　ماہ اکتوبر ۲۰۱۲ء مطابق ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ　شمارہ نمبر ۱۰

مدیر

خلیل الرحمان سجاد نعمانی

E-mail : ilm.zikr@yahoo.com

اس شمارہ میں

	مضامین	مضامین نگار	صفحہ نمبر
۱	نگاہ اولیں	مدیر	۳
۲	محفل قرآن	مولانا عتیق الرحمن سنبھلی	۱۱
۳	رویتِ ہلال کے بارے میں ریڈیو کی خبر اور ٹیلی فون کی اطلاع کا حکم	حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ	۲۱
۴	کامیاب ازدواجی زندگی کے اصول	حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی	۲۶
۵	حج: اللہ کے خوف اور محبت کے تکمیل کا ذریعہ	مولانا خلیل الرحمن سجاد نعمانی	۴۴

اگر اس دائرہ میں ◯ سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ
آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے براہ کرم آئندہ کے لئے چندہ ارسال فرمائیں ورنہ اگلا شمارہ
بصیغہ V.P. ارسال کیا جائے گا جس میں آپ کے -/35 روپئے زائد خرچ ہوں گے ـــ منیجر

ضروری اعلان

درج ذیل مقامات میں الفرقان کی توسیع اشاعت کی ذمہ داری جن حضرات نے قبول کی ہے ان کے نام اور فون نمبر نیچے لکھے جا رہے ہیں۔ ان مقامات اور قرب وجوار کے حضرات اُن سے رابطہ قائم کریں۔

مقام	نام	فون نمبر
۱- بیڑ (مہاراشٹر)	قاسمی بکڈپو	(0)9960070028
۲- مالیگاؤں	مولانا حسنین محفوظ	(0)9226876589
۳- بیلگام	مولانا تنویر صاحب	(0)9880482120
۴- بڑودہ (گجرات)	مفتی محمد سلمان صاحب	(0)9898610513

مرتب: یحییٰ نعمانی

ناظم شعبۂ رابطہ عامہ : بلال سجاد نعمانی
E-mail: nomani_sajjadbilal@yahoo.com

☆ سالانہ چندہ برائے ہندوستان　　عمومی 180 روپے
☆ سالانہ چندہ برائے ہندوستان　　خصوصی خریداران 400 روپے
☆ سالانہ چندہ برائے ہندوستان (وی پی سادہ)　　210 روپے
☆ سالانہ چندہ برائے پاکستان، پاکستان میں -/1200 ہندوستان میں -/750 روپے
☆ بیرونی ممالک بذریعہ ہوائی جہاز　　-/20 پاؤنڈ -/40 ڈالر　　خصوصی خریداران -/30£

لائف ممبر شپ فیس: ہندوستان -/5000 روپے، بیرونی ممالک 500 پاؤنڈ　　1000 ڈالر

برطانیہ میں ترسیل زر کا پتہ: Mr. RAZIUR RAHMAN 90-B HANLEY ROAD, LONDON N4 3DW (U.K) ,Fax & Phone : 020 72721352

پاکستان میں ترسیل زر کا پتہ: ادارہ اصلاح وتبلیغ، آسٹریلین بلڈنگ لاہور۔ (فون: 7863896 - 7655012)

ادارہ کا مضمون نگار کی فکر سے اتفاق ہونا ضروری نہیں۔

خط وکتابت اور ترسیل زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ الفرقان 114/31 نظیر آباد، لکھنؤ- 226018

فون نمبر: 0522-4079758　　e-mail : alfurqan_lko@yahoo.com

خلیل الرحمن سجاد کے لئے پرنٹر پبلشر محمد حسان نعمانی نے کاکوری آفسٹ پریس کچہری روڈ لکھنؤ میں چھپوا کر دفتر الفرقان ۳۱ ؍ نیا گاؤں مغربی لکھنؤ سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نگاہِ اولیں

مدیر

گذشتہ شمارے (اگست وستمبر ۲۰۱۲ء) میں اِن صفحات میں جو کچھ عرض کیا گیا تھا، ان کا خلاصہ یہ تھا کہ:

اب سے تقریباً ۳۲-۳۳ سال پہلے ایران میں خمینی صاحب کی قیادت میں جو انقلاب برپا کرایا گیا تھا، اس کے حقیقی اغراض ومقاصد اور اس کے قائدین کے افکار وعقائد اور اصل عزائم اور منصوبوں کے تفصیلی اور گہرے مطالعہ کی روشنی میں اللہ کے کچھ بندوں نے، اسی رسالہ الفرقان کے ذریعہ امت مسلمہ کو آگاہ کرنے کی کوشش کی تھی کہ

"ایرانی انقلاب کا اصل نشانہ حرمین شریفین ہیں اور آج نہیں تو کل حرمین شریفین پر قبضہ کرنے کی کوشش ایرانی قیادت ضرور کرے گی۔"

راقم نے عرض کیا تھا کہ جس زمانے میں اِس خطرے سے آگاہی دی گئی تھی، اس وقت تو زیادہ تر لوگ اس پر یقین نہیں کر سکے تھے، لیکن جو لوگ عالم اسلام کی آج کی صورت حال سے واقف ہیں وہ کھلی آنکھوں دیکھ رہے ہیں کہ عراق کے بعد اب حرمین شریفین براہ راست انتہا پسند شیعیت کے نشانے پر ہیں۔

جزیرۂ عرب اور حرمین شریفین کے پورے منظرنامے کو آپ بہتر طور پر سمجھ سکیں، اس مقصد سے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ پہلے اگلے صفحہ پر دیئے گئے نقشے کو غور سے دیکھ لیں۔

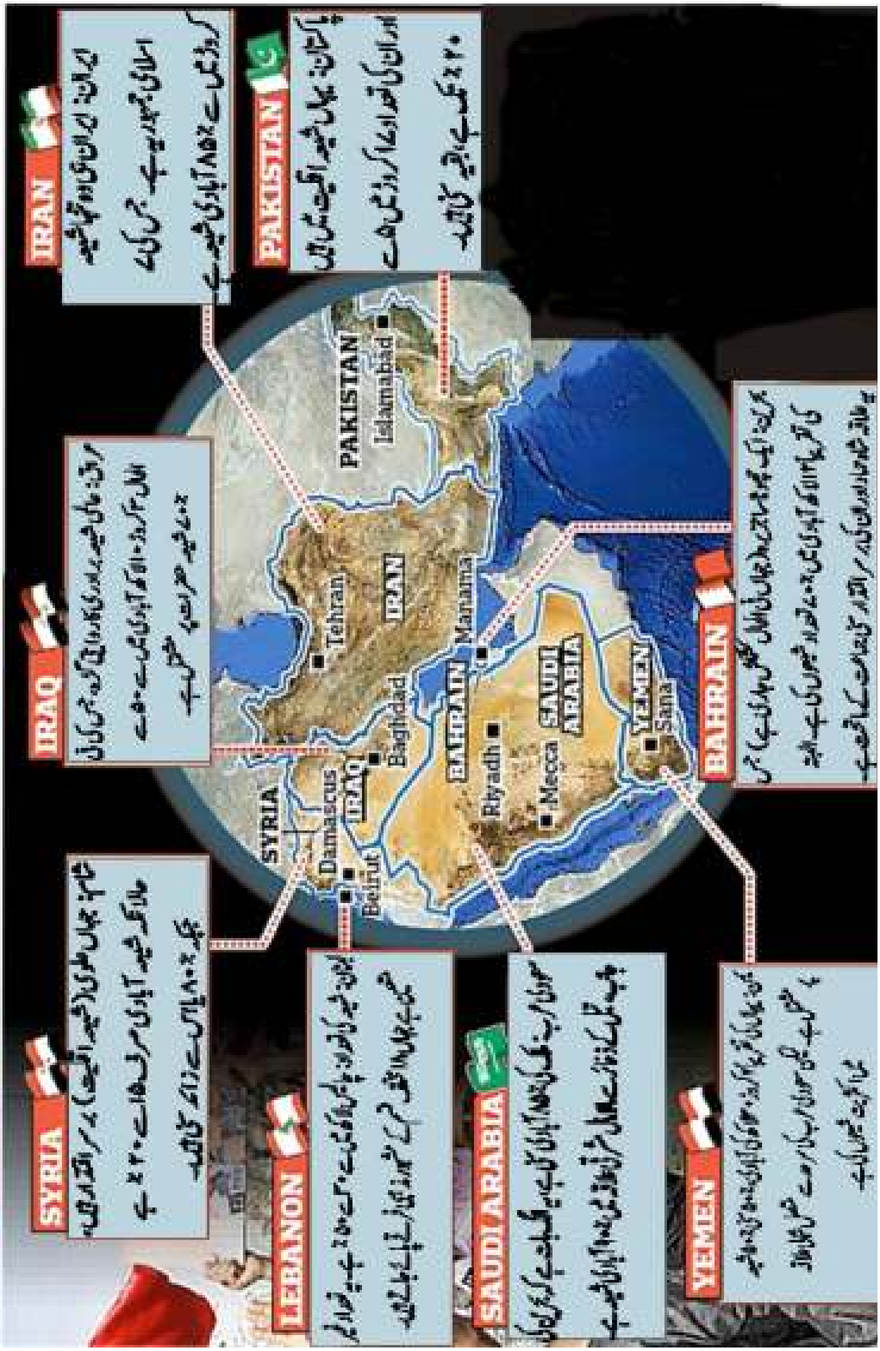
IRAN
ایران: ایران ہی وہ تنہا شیعہ اسلامی جمہوریہ ہے۔ جس کی ۷ کروڑ میں سے ۸۵٪ آبادی شیعہ ہے۔
PAKISTAN
پاکستان: یہاں شیعہ اقلیت میں ہیں اور ان کی تعداد ۱۷ کروڑ میں ۱۵ سے ۲۰ ٪ تک ہے، بقیہ سنی ہیں۔
IRAQ
SYRIA
شام: جہاں علوی (شیعہ اقلیت) برسر اقتدار ہیں، حالانکہ شیعہ آبادی صرف ۱۵ سے ۲۰ ٪ ہے جبکہ ۸۰٪ یا اس سے زائد سنی ہیں۔
LEBANON
SAUDI ARABIA
YEMEN
BAHRAIN
SYRIA
Damascus
Beirut
IRAQ
Baghdad
Tehran
IRAN
PAKISTAN
Islamabad
BAHRAIN
Manama
Riyadh
Mecca
SAUDI ARABIA
YEMEN
Sana

جزیرۂ عرب کے شمال مشرق میں واقع ایران تو ہے ہی شیعیت کا مرکز، عراق بھی مغربی دجالی طاقتوں کی مدد سے اب شیعہ اسٹیٹ بن چکا ہے۔ شمال میں واقع ملک سوریا بھی ابھی تک اسی گروہ کے زیر اقتدار ہے —— جو اپنے تسلط کو برقرار رکھنے کے لئے سنی عوام پر بھیانک مظالم کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہے —— شمال مغرب میں لبنان ہے جہاں شیعیت ''حزب اللہ'' نامی تنظیم کی زیر قیادت دن بدن مضبوط ہو رہی ہے —— جنوب مغرب میں یمن ہے جہاں کی آدھی آبادی شیعہ ہے جو اقتدار پر قبضہ کرنے کے لئے مسلسل کوشاں ہے۔ نیز جنوب مشرق میں بحرین ہے، جہاں شیعہ بغاوت زوروں پر ہے —— اور خود سعودی عرب کا مشرقی علاقہ جو بحرین کی سرحد سے قریب تر ہے اور جو تیل کے ذخائر سے مالا مال ہے، وہاں کی اکثریت بھی شیعہ آبادی پر مشتمل ہے، اور ہر شخص جانتا ہے کہ ان کے عزائم کیا ہیں؟

شور تو پوری دنیا میں مچایا جارہا ہے اسرائیل۔ ایران جنگ کا، اور اس کی آڑ میں تیاریاں (غالباً) کچھ اور ہی ہو رہی ہیں —— اگر واقعۃً ایران کی قیادت شیعہ۔ سنی کی تفریق کے بغیر اسلام اور ملت اسلامیہ کی سربلندی کے جذبے سے سرشار ہوتی اور واقعۃً ایران پر اسرائیلی۔ امریکی حملے کا خطرہ منڈلا رہا ہوتا تو یہ وقت تھا کہ ایران پورے عالم اسلام سے روابط کو مستحکم کرتا ہوا اور اسلام کی بنیاد پر پورے عالم اسلام کو متحد ہو کر اس خطرہ کے مقابلہ کے لئے تیار کرنے کے لئے کوشاں اور سرگرم عمل نظر آرہا ہوتا، پھر اگر سنی دنیا اُس کا ساتھ نہ دیتی تو پوری دنیا کے مسلمانوں کے سامنے وہ سنی قیادت کی بے وفائی کو کھول کر رکھ دیتا۔ جبکہ موجودہ صورت حال بالکل برعکس ہے۔ ہر دو آنکھوں والے کو صاف نظر آرہا ہے کہ اسلامیت کا جو لبادہ ایران نے پہن رکھا تھا، وہ اس نے اتار کر پھینک دیا ہے اور کھلم کھلا وہ خالصۃً شیعیت کا محافظ اور صرف اور صرف سنی مسلمانوں کے دشمن کا کردار ادا کر رہا ہے۔ سوریا میں اس کا یہ کردار بالکل واضح ہے —— اور وہ سنی اور شیعہ بنیادوں پر سوریا کی تقسیم کے صہیونی صلیبی منصوبے کا بھرپور ساتھ دے رہا ہے۔ دوسری طرف ترکی کی ابھرتی ہوئی طاقت کو روکنے، اسے ہر لحاظ سے کمزور کرنے، خود اس کے اندر شیعہ سنی اختلاف کو بھڑکانے، اور کردوں اور علویوں کو اکسا کر آمادۂ جنگ کرنے کا کام بھی صہیونی وصلیبی طاقتوں نے ایرانی قیادت ہی کے سپرد کیا ہوا ہے۔ لبنان، یمن، بحرین میں بھی ایران کا کردار باخبر لوگوں سے مخفی نہیں ہے —— اور بظاہر یہ سب تیاری کسی اور منصوبے کی تکمیل کی ہے۔

یہ منصوبہ کہاں سے چلایا جارہا ہے، اس کے بارے میں اتنا اشارہ کافی ہوگا کہ سابق امریکی صدر

جارج بش اوران کی پالیسیوں کے بارے میں مبصرین کے مضامین میں یہ بات بھی نمایاں طور پر لکھی گئی ہے کہ ''وہ پہلی عرب شیعہ ریاست کے جنم داتا'' ہیں۔عراق میں انھوں نے ایران کو جونفوذ عطا کیا اسی کی وجہ سے ایران خلیج فارس میں ایک مضبوط طاقت بنا۔۔۔۔۔۔''

شیعہ۔سنی منافرت کے بھڑکانے اور عالم اسلام میں عوامی لہر کے رخ کو خانہ جنگی میں تبدیل کرنے کا کام کہاں سے کیا جارہا ہے، اس کا اندازہ آپ کو امریکی پالیسی سازوں اور سیاسی منصوبہ بندی کے ماہرین کے مضامین کے مطالعہ سے بآسانی ہوسکتا ہے —— مسٹر جیمس جیفری عراق اور ترکی میں امریکہ کے سفیر رہے ہیں اور شرق اوسط کے متعلق امریکی پالیسی کے سلسلہ میں مہارت رکھنے والے مشیروں میں ان کا نمایاں مقام ہے۔انھوں نے اپنے ایک حالیہ مضمون میں لکھا ہے:

''یہ شیعہ۔سنی تفرقہ آج کا نہیں ہے، اس کا آغاز تیرہ سو ۱۳۰۰ سال پہلے کربلا میں اس وقت ہوا تھا جب اس خطّے سے آئی ہوئی فوجوں نے جس کو آج ''سوریا'' کہا جاتا ہے، پیغمبر اسلام کے نواسے ''حسین'' کو اور اس گروہ کے بہت سے افراد کو تہِ تیغ کردیا تھا، جس کو آج ''شیعہ'' کہا جاتا ہے۔''

اسی مضمون میں آگے چل کر موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

''خطہ میں موجود ہمارے کچھ دوستوں کے خیال کے برعکس، ہمیں یہ بات بالکل صاف صاف جان لینی چاہئے کہ شیعہ امریکہ کے دشمن نہیں ہیں،، ہاں! ایران اور سوریا کی موجودہ قیادت ہمارے لئے ایک'' مسئلہ'' ہوسکتی ہے، پس ہمیں بحرین کی شیعہ اکثریت پر ہونے والے مظالم کو روکنے کے لئے زیادہ مضبوط قدم اٹھانے چاہئیں —— اور ان لوگوں کو جن کو یہ رخ اختیار کرنے میں کچھ دشواری نظر آئے انہیں اس حقیقت کو ضرور پیش نظر رکھنا چاہئے کہ وہ ممالک جہاں شیعہ اکثریت ہے، خاص کر ایران اور عراق، وہاں تین سو بلین بیرل سے بھی زیادہ تیل کے محفوظ ذخائر موجود ہیں، جو سعودی عرب سمیت تمام خلیجی ریاستوں کے مجموعی ذخائر کا دو تہائی اور عالمی ذخیرے کا ۲۰ فیصد ہے۔''

ڈور گولڈ ایک اعلی سطحی اسرائیلی پالیسی ساز رہنما ہیں، جو سابق اسرائیلی وزیر اعظم ایریل شارون اور موجودہ وزیر اعظم نتین یاہو کے مشیر رہے ہیں اور اسرائیلی پالیسیوں کے وضع کرنے میں ان کا بہت اہم رول رہا ہے، ہم نے ان کے ایک تازہ مضمون کا ایک اقتباس گذشتہ شمارے میں پیش کیا تھا، اسی مضمون کے چند اور اقتباسات ہم یہاں پیش کررہے ہیں۔انھوں نے اپنے اسی مضمون میں اسرائیلی قیادت کو یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ وہ شیعیت کے ساتھ اپنے تعلقات کا ایک نیا دور شروع کرے۔وہ لکھتے ہیں:

''فی الحال تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اسرائیلی مفادات کا تقاضا شیعہ۔سنی تنازع میں سنیوں کی حمایت ہے، مگر ذرا حال سے آگے بڑھ کر مستقبل کو دیکھئے ،کیا واقعۃً یہ سچ ہے کہ اسرائیل کے مفادات کا تقاضا مستقل طور پر شیعوں کے خلاف سنیوں کا ساتھ دیتے رہنا ہی ہے؟؟ ایک امریکی عہدیدار ولی نصر جو تہران میں پیدا ہوئے تھے، انھوں نے اپنے ایک مضمون میں شیعہ۔سنی تنازعہ کے بارے میں امریکی فوجی ماہرین کے ایک گھسے پٹے موقف کا ذکر کرتے ہوئے ۱۹۸۰ء میں امریکی محکمہ دفاع کے ایک عہدے دار کا یہ جملہ نقل کیا ہے کہ

''شیعہ خون کے پیاسے اور آدم خور درندے'' ہوتے ہیں''

اِس ''گھسے پٹے موقف'' کا دراصل ایک سیاسی پس منظر تھا، اُس دور میں امریکہ افغانستان میں روسی فوج سے برسرپیکار افغانی مجاہدین اور ان کے سنی حلیفوں کی مدد کر رہا تھا، جب کہ لبنانی شیعوں نے اسی زمانے میں بیروت میں امریکی بحری بیڑے پر حملہ کیا تھا، —— اسرائیل میں بھی اسی طرح کے خیالات چھائے ہوئے تھے، ۱۹۸۰ء میں اسرائیل کے دفاعی ماہرین کے درمیان یہ بات مسلّم تھی کہ خودکش حملے شیعہ ہی کرتے ہیں ،سنی نہیں، مگر پھر ''حماس'' اور ''القاعدہ'' کا عروج ہوا، اور ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد تو یہ بات بالکل ہی کھل کر سامنے آگئی کہ ہمارے پرانے خیالات کس قدر غلط اور بے بنیاد تھے۔

شیعوں کے بارے میں اسرائیلی قیادت کو مثبت پالیسی اپنانے کی تلقین کرتے ہوئے ڈور گولڈ اپنے اس مضمون میں آگے لکھتے ہیں:

''۱۹۴۸ء سے پہلے جنوبی لبنان کے شیعوں نے شمال میں یہودیوں کی نوآبادی قائم کرنے میں مدد کی تھی ،اور ۱۹۸۰ء میں اسرائیل کے ساتھ مل کر تنظیم آزادی فلسطین سے جنگ کی تھی۔عراقی شیعوں کے رہنما آیت اللہ سیستانی ایرانی انتہا پسندی کو مسترد کرتے ہیں اور ان کی ویب سائٹ میں ان کا یہ فتوی یا اعلان موجود ہے کہ یہود و نصاری پاک ہیں۔یاد رہے کہ ایرانی رہنما خامنئی کی بہ نسبت سیستانی پوری دنیا کے شیعوں میں زیادہ مقبول ہیں۔

علاوہ ازیں یہودیوں کے ساتھ سنیوں کے رویے کی تاریخ بھی ہمیں کبھی نہیں بھولنی چاہئے۔ صدیوں تک یہودی دوسرے درجہ کے شہری رہے، جن سے جزیہ وصول کیا جاتا تھا اور مراکش، بغداد، طرابلس اور شام میں ان پر بہت تشدد بھی کیا گیا۔

نیز ۱۹۲۸ء میں اپنے قیام کے وقت سے ''الاخوان المسلمون'' اسرائیل کے خلاف سنی مسلمانوں کی ذہن سازی کرتے رہے ہیں —— اور موجودہ عرب بہاریہ کی وجہ سے الاخوان المسلمون کے نظریات اور غیر مسلموں کے سلسلہ میں انتہا پسندانہ سلفی افکار تیزی سے پھیل رہے ہیں ——

یہ صحیح ہے کہ ایران کو نیوکلیر طاقت بننے سے روکنے کے سلسلہ میں اسرائیل کو اپنے قومی مفادات کا تحفظ کرنا چاہئے ،لیکن اسے شیعہ سنی تنازعہ کے سلسلہ میں بے بنیاد اور فرسودہ خیالات کی بنیاد پر اپنی پالیسی نہیں بنانی چاہئے۔"

مذکورہ بالا مضامین سے،اور ان کے علاوہ اور بھی تحریروں اور اطلاعات سے یہ بات بالکل صاف ہے کہ عالم عرب میں عوامی بیداری کی جو لہر شروع ہوئی اور اس کے نتیجے میں اسلام کی طرف واپسی کا جو رجحان سامنے آیا،اس کے مقابلے کے لئے تمام اسلام دشمن طاقتوں نے مشترکہ منصوبہ بندی کر کے یہ تدبیر اختیار کی ہے کہ اِن ملکوں میں شیعہ سنی جنگ کی آگ بھڑکا دی جائے ،اور ابھرتے ہوئے جذبات کا رخ باہمی خانہ جنگی کی طرف موڑ دیا جائے۔

یہ ہے وہ صورت حال جس کا آج کل عالم اسلام کو سامنا ہے،اور اس سے نپٹنے کی ذمے داری خصوصاً سعودی عرب،ترکی اور مصر کی قیادت کے کندھوں پر ہے۔اور بلاشبہ عقل وحکمت کا تقاضا یہی ہے کہ ہر قیمت پر باہمی خانہ جنگی سے بچا جائے ،اور صبر وتحمل اور عقل ودانش کا استعمال کر کے مسائل کو باہم مذاکرات کے ذریعہ اور صلح پسندانہ رویہ کو اختیار کر کے حل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے ——خبروں کے مطابق ترکی بھی اس سلسلہ میں کافی عرصہ سے کوشش کر رہا ہے،اور اس نے ایک نئی پیش قدمی کی ہے جس کے ذریعہ اس نے ان کوششوں میں مصر،سعودی عرب اور ایران کو بھی شامل کیا ہے۔ایرانی انقلاب کے بعد سے مصر کے تعلقات ایران سے منقطع تھے،حال ہی میں نومنتخب مصری صدر نے بھی ایران کا دورہ کر کے ان تعلقات کو بحال کرنے کے سلسلہ میں ایک جرأت مندانہ قدم اٹھایا ہے ——خوشی کا مقام ہے کہ مصر،سعودی عرب اور ایران تینوں نے ترکی کی پیش قدمی کا بظاہر مثبت جواب دیا ہے۔اور اب چار ملکوں پر مشتمل یہ گروپ سوریا کے مسئلہ کو حل کرنے اور عالم اسلام کو شیعہ سنی جنگ سے بچانے کے مقصد سے باہم مذاکرات کا آغاز کر رہا ہے۔

ہر چند کہ یہ کام آسان نہیں ہے۔اور اِس کے راستے کی دشواریوں سے اِن ملکوں کے قائدین بھی ہرگز ناواقف نہیں ہیں،تاہم ہمارا خیال ہے کہ برصغیر ہندو پاک کے سمجھ دار اور امن پسند عناصر کو ان کوششوں کی تحسین وتائید کرنی چاہئے اور ان کی کامیابی کے لئے اپنی نیک خواہشات اور دعاؤں کا تحفہ اِن ملکوں کے

قائدین اور علماء وعوام تک پہنچانے کے لئے مناسب عملی تدبیریں بھی اختیار کرنی چاہئیں —— اِن سطور کا یہ ناچیز راقم، بصدادب واحترام آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کے صدر محترم حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی صاحب اور نائب صدر جناب مولانا ڈاکٹر کلب صادق سے اس سلسلہ میں باہم مشاورت کے ذریعہ اقدام کی گذارش کرتا ہے ——

اس موقع پر عام لوگوں کے فائدے کے لئے یہ وضاحت بھی مفید معلوم ہوتی ہے کہ خمینی کے وہ مخصوص افکار ونظریات، جو ایرانی انقلاب کی بنیاد ہیں، ان سے خود ایران وعراق کے اکابر علماءِ شیعہ ہرگز متفق نہیں تھے —— اور اسی وجہ سے خمینی نے برسر اقتدار آتے ہی بہت بڑے پیمانے پر علماء کو قتل کروادیا تھا، اور سخت تشدد سے کام لے کر متعدد اہم شخصیات کو خاموش رہنے یا ملک چھوڑ کر کہیں اور چلے جانے پر مجبور کردیا تھا —— مثال کے طور پر خمینی کے افکار ونظریات سے کھل کر اظہار اختلاف کرنے والے سرکردہ ایرانی علماء میں ایک تھے ڈاکٹر موسی موسوی اصفہانی جنھوں نے نجف اشرف کے ممتاز تعلیمی ادارے جامعۃ الکبری سے ''سندِ اجتہاد'' حاصل کی، پھر تہران یونیورسٹی سے قانونِ اسلامی میں ڈاکٹریٹ کیا۔ وہ خود شاہ ایران کے خلاف انقلابی تحریک کے قائدین میں تھے، جس کی وجہ سے شاہ ایران کی سفاک سکوریٹی فورس ''سافاک'' کی گولیوں کا نشانہ بھی بنے، انھوں نے ایک مستقل کتاب ''الثورۃ البائسۃ'' لکھ کر خمینی کے برپا کردہ انقلاب کی نظریاتی بنیادوں پر، اور خود خمینی کی شخصیت اور عزائم پر سخت تنقید کی تھی، الفرقان، مارچ اپریل: ۱۹۸۶ء میں محترم مولانا شمس تبریز صاحب کے قلم سے اس کتاب کے ایک باب کا ترجمہ '' خمینی کی شخصیت میرے اپنے تجربوں اور مشاہدے کی روشنی میں'' کے زیر عنوان شائع ہوا تھا۔ ذیل میں اس کے چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں:

> ''میں ان لوگوں کے سامنے جنھیں ولایت فقیہ کے نظریہ نے مسحور ومرعوب کردیا ہے، فقہائے اسلام کے ایک فرد کی حیثیت سے پوری صراحت کے ساتھ اعلان کرتا ہوں کہ ولایت فقیہ کا نظریہ خمینی کی ایجاد کی ہوئی ایک بدعت اور ضلالت ہے، جس کے ذریعہ انھوں نے معاشرے کو گمراہ کیا ہے، اور اس نظریہ پر خود ان کا اور ان کی جماعت کا بھی یقین نہیں ہے، بلکہ اسے انھوں نے مسلمانوں کے اوپر ظالمانہ طور پر مسلط ہونے کا ایک بہانہ بنایا ہے۔۔۔۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس سے اور ہر اس شخص سے بری ہیں جو باطل کے ذریعہ حکومت کرتا ہے اور ظالموں کو امام ورہنما بناتا ہے۔

میں امام اکبر جد محترم سید ابوالحسن موسوی اصفہانی کی خدمت میں جو مشرق و مغرب یعنی ساری دنیا کے شیعوں کے مرجع اعلیٰ تھے، ۱۷ سال رہا ہوں جن کے بارے میں امام کاشف الغطاء الکبیر نے ایک بار کہا تھا کہ ''انھوں نے اپنے علم و فضل سے اگلوں کو بھلا دیا اور پچھلوں کو مشکل میں ڈال گئے''، ان سے میں نے کبھی ایسی بات نہیں سنی۔۔۔۔۔۔ بلکہ وہ مراجع اسلام (علماء مجتہدین) کو حکومت سے دور رہنے کی وصیت کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجتہد کی ذمہ داری لوگوں کی ہدایت اور بہتر معاشرے کی تشکیل ہے جس میں بغض و حسد اور ظلم و زیادتی نہ ہو۔۔۔۔۔۔

ایرانیوں کا یہ خیال اور تصور تھا کہ خمینی ان کی تحریک کے قائد اور انقلاب کے رہنما ہیں، اس لئے سابق علمائے اسلام کی خصوصیات بھی رکھتے ہوں گے۔ ان کے خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ وہ رحم و کرم سے بہت دور اور شر سے نزدیک ہیں۔ اور قتل و غارت میں انھیں ایسا مزہ آتا ہے کہ نوعمر نوجوانوں کو بھی ان کی تلوار نہیں بخشتی۔ چنانچہ تین ماہ کے اندر تین ہزار مسلمان نوجوان مرد اور عورتیں ''مرگ بر خمینی'' کہنے کے جرم میں تہ تیغ کئے گئے، میں نہیں جانتا کہ خمینی اپنے رب سے اس حال میں کیسے ملیں گے کہ ان کی گردن پر بے شمار بے قصور مسلمانوں کا خون ہوگا؟؟؟؟۔۔۔۔۔۔''

الغرض ہماری دعا ہے کہ ترکی، مصر، سعودی عرب اور ایران نے باہم مذاکرات کے ذریعہ عالم اسلام کو خانہ جنگی سے بچانے کے مقصد سے جو کوشش شروع کی ہے، وہ کامیاب ہو، نیز ہماری رائے میں اس کوشش کو تقویت پہنچانے کے لئے جو کچھ بھی کیا جا سکے، کیا جانا چاہئے۔

ایک تدبیر یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ہماری سرکردہ شخصیتوں کی طرف سے ایک اپیل جاری کی جائے کہ ہر شخص ان کوششوں کی تحسین و تائید اور ان کی کامیابی کے لئے نیک خواہشات پر مشتمل ایک پیغام ای۔میل کے ذریعہ ان چاروں ملکوں کے حکام اور علماء و عوام کے نام ان ملکوں کے سفارت خانوں کے توسط سے بھیجے ―― امید ہے کہ ہمارے اکابر خصوصاً وہ دونوں حضرات جن کا تذکرہ سطور بالا میں کیا گیا، اس جانب توجہ فرمائیں گے۔ ولعل اللہ یحدث بعد ذلك امراً

محفل (۱۱۹) سورۃ النساء (۲۴)

مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی مدظلہ

یہود کی فرمائش ہے کہ اُن پر کوئی کتاب آسمان سے اُتاری جائے
یہ دراصل اپنے اوپر ایمان کی راہ اپنے کرتوتوں سے بند کر چکے ہیں
اب یہ راہ جو کھلے گی تو نزولِ مسیحؑ کے ساتھ

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ
وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ لا وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ
سَبِیْلًا ﴿۱۵۰﴾ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا ج وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّھِیْنًا ﴿۱۵۱﴾ وَالَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَلَمْ یُفَرِّقُوْا بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ اُولٰٓئِکَ سَوْفَ یُؤْتِیْھِمْ اُجُوْرَھُمْ ط
وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۱۵۲﴾ یَسْئَلُکَ اَھْلُ الْکِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَیْھِمْ کِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ
فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓی اَکْبَرَ مِنْ ذٰلِکَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰہَ جَھْرَۃً فَاَخَذَتْھُمُ الصّٰعِقَۃُ
بِظُلْمِھِمْ ج ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْھُمُ الْبَیِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِکَ ج
وَاٰتَیْنَا مُوْسٰی سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا ﴿۱۵۳﴾ وَرَفَعْنَا فَوْقَھُمُ الطُّوْرَ بِمِیْثَاقِھِمْ وَقُلْنَا لَھُمُ
ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَھُمْ لَا تَعْدُوْا فِی السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْھُمْ مِّیْثَاقًا
غَلِیْظًا ﴿۱۵۴﴾ فَبِمَا نَقْضِھِمْ مِّیْثَاقَھُمْ وَکُفْرِھِمْ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَقَتْلِھِمُ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ
وَّقَوْلِھِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ط بَلْ طَبَعَ اللّٰہُ عَلَیْھَا بِکُفْرِھِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۱۵۵﴾
وَّبِکُفْرِھِمْ وَقَوْلِھِمْ عَلٰی مَرْیَمَ بُھْتَانًا عَظِیْمًا ﴿۱۵۶﴾ وَّقَوْلِھِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ
عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ج وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ وَلٰکِنْ شُبِّہَ لَھُمْ ط وَاِنَّ

الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۙ﴿۱۵۷﴾ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۵۸﴾ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴿۱۵۹﴾

ترجمہ

بے شک وہ لوگ جو کفر اللہ سے اور اس کے رسولوں سے کرتے ہیں اور تفریق کرنا چاہتے ہیں اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان اور کہتے ہیں کہ بعض پر ہم ایمان لائے ہیں اور بعض سے انکاری ہیں اور چاہتے ہیں کہ ایک درمیانی راہ اس معاملے میں نکالیں (۱۵۰) تو یہی لوگ پکے کافر ہیں، اور ہم نے تیار کیا ہوا ہے کافروں کے لئے ذلت ناک عذاب (۱۵۱) اور وہ لوگ کہ جو ایمان اللہ اور اس کے رسولوں پر لائے اور ان میں سے کسی کے درمیان تفریق انھوں نے نہیں کی انھیں اللہ ضرور اُن کا اجر دے گا۔ اور اللہ غفورُرّحیم ہے۔ (۱۵۲)

اہلِ کتاب تم سے (اے نبی) مطالبہ کرتے ہیں کہ ان پر کوئی کتاب آسمان سے اتار دو ،سو موسیٰ سے تو انھوں نے اس سے بھی بڑا مطالبہ کیا تھا، کہا تھا کہ ہمیں دکھاؤ اللہ کو کھلم کھلا ، پس اس گستاخی پر آ پکڑ تھا اُن کو بجلی کے کڑکے نے ، پھر انھوں نے معبود بنالیا بچھڑے کو جبکہ کھلی نشانیاں ان کے سامنے (توحید کی) آچکی تھیں ،لیکن ہم نے اس پر ان سے درگزر کیا اور موسیٰؑ کو ہم نے کھلی حجت عطا کی (۱۵۳) اور ہم نے اُٹھا کھڑا کیا ان کے سروں پہ طور کہ عہد اُن سے لیں ۔اور ان سے کہا ہم نے کہ تم داخل ہونا (شہر کے) دروازے میں عاجزانہ اور کہا کہ حکم عدولی سبت کے معاملے میں نہ کرنا اور عہد ہم نے لیا اُن سے نہایت پختہ (۱۵۴) پس بوجہ ان کی عہد شکنی کے اور آیاتِ الٰہی سے ان کے کفر کے اور انبیاء کو قتل کرنے اور بوجہ یہ کہنے کے کہ ہمارے دل غلاف چڑھے ہیں، جبکہ واقعہ یہ ہے کہ اللہ نے ان کے کفر کے سبب سے ان کے دلوں پہ مہر لگادی ہے پس وہ کم ہی ایمان لائیں گے (۱۵۵) نیز ان کے کفر کرنے اور مریم پر ایک بھاری بہتان رکھنے کی بنا پر (۱۵۶) اور یہ کہنے کی بنا پر کہ ہم نے قتل کیا ہے مسیح عیسیٰ بنِ مریم رسولُ اللہ کو، جبکہ واقعہ میں نہ انھوں نے اس کو قتل کیا نہ پھانسی چڑھایا بلکہ ایک شبہ کی صورت ان کے لئے پیدا کردی گئی ۔اور وہ لوگ جو اس بارے میں اختلاف میں پڑے ہیں وہ امرِ واقعہ کی بابت

شک میں مبتلا ہیں۔کوئی صحیح علم ان کے پاس اس معاملے میں نہیں بجز ظن وگمان کی پیروی کے۔
اور یقیناً نہیں انھوں نے عیسیٰ کو قتل کیا(۱۵۷) بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف کو اٹھالیا۔اور اللہ
بڑی قوت والا حکمت والا ہے(۱۵۸)اور اہلِ کتاب میں کوئی ایسا نہیں ہے جو اس کی موت
سے پہلے اس پر ایمان نہ لے آئے اور وہ گواہ ان کے اوپر ہوگا قیامت کے دن(۱۵۹)۔

ربطِ کلام

منافقین کا تذکرہ نکلتا ہے تو بات یہود کی طرف پھرے بغیر عموماً نہیں رہتی، کہ اُن سے بیحد قُرب منافقین کا تھا، انھیں کی صحبت میں اِن کا نفاق پختہ ہوتا تھا۔درمیان میں آجانے والی اوپر کی دو آیتوں (لا یُحِبُّ اللہُ الْجَهرَ الخ) سے قبل، منافقین ہی کی حرکتوں پر گفتگو ہوتی آرہی تھی۔یہ آیتیں تمام ہوئی ہیں تو گفتگو حسبِ معمول یہود کے بارے میں نکل آئی ہے، اور یہ ایک اصولی بیان کے پیرائے میں ہے۔فرمایا کہ اللہ کے رسول سب ایک زنجیر کی کڑیاں ہیں۔ان میں تفریق کرنا کہ کسی کو مانو کسی کو نہ مانو، اور ایمان کی ایک من مانی راہ کا ڈول ڈالو، یہ سب کو نہ ماننے کے، بلکہ اللہ کو بھی، نہ ماننے کے برابر ہے۔اور اس لئے ایسا کرنے والے پکے کافر ہیں، اور بڑا دردناک عذاب ان کے لئے تیار رکھا ہوا ہے (اِنَّ الَّذِینَ یَکْفُرُونَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیُرِیدُونَ اَنْ یُّفَرِّقُوا بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَّیُرِیدُونَ اَنْ یَّتَّخِذُوا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلاً، اُولٰئِکَ هُمُ الْکَافِرُونَ حَقّاً وَاَعْتَدنَا لَهُمْ عَذَاباً اَلِیماً۔) یہ اصولی ارشاد بغیر نام لئے یہود ہی کا حال اور اس حال کا حکم بیان کررہا ہے۔ان کا معاملہ یہی تھا، جس کا حوالہ بار بار آچکا ہے، کہ اللہ پر ایمان ہی کے دعویدار نہ تھے بلکہ اللہ کے یہاں محبوبیت کا اجارہ اپنے تئیں سمجھتے تھے۔مگر حال یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آنے والے کتنے ہی اپنے نبیوں کو نہیں قتل کیا بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے سراپا معجزہ پیغمبر کی زندگی کے بھی دشمن ہوئے۔اور آخر میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے جب اُن کے ایمان کی آزمائش ہوئی تو یہاں بھی یہ صرف منکر ہی نہ ہوئے بلکہ آپؐ کی عداوت ان کا دین وایمان بن گئی۔

منافقین کا فریبِ نفس اور قرآن کی اس پر تیشہ زنی

ان لوگوں کی اس عداوت کے لئے انصارِ مدینہ کی صفوں میں منافقین کا وجود بڑی کارآمد شئ تھی۔ اور خود منافقین بھی اپنے اردگرد یہود کے وجود میں بڑی تقویت کا سامان اپنے لئے دیکھتے تھے۔چنانچہ بڑے گہرے رابطے ان سے بنائے ہوئے تھے۔ابھی کچھ پہلے ان رابطوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آیت

گزری ہے "۔۔۔أَتَبۡتَغُونَ عِنۡدَهُمُ الۡعِزَّةَ۔۔۔"کیا تم ان کے پاس عزت وقوت کی تلاش کرتے ہو؟) یہ یہود سے مادی تقوِیَت کے بھروسے کی طرف اشارہ تھا۔اس کے علاوہ ایک اخلاقی تقویت کا فریب بھی انھیں یہود سے جوڑتا تھا۔۔وہ یہ کہ یہود اہلِ کتاب تھے اور محمد رسول اللہؐ کی لائی ہوئی کتاب ان کی کتاب کی تصدیق کرتی تھی، پھر بھی وہ اُس کتاب اور اس کتاب کے لانے والے کو ماننے سے انکاری ہوئے۔تو غیر اہلِ کتاب میں کچھ لوگوں کا دل اس نئی کتاب پر اگر نہیں ٹھکتا پھر تو وہ اس موقف میں تنہا نہیں رہتے بلکہ ایک اہلِ کتاب گروہ کی تائید انھیں حاصل ہو رہی ہے۔ یہاں اسی فریب کی عمارت پر تیشہ چلاتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ رسولوں کے درمیان تفریق کر کے کسی پر ایمان لانا اور کسی کو رد کرنا یہ جن لوگوں کا شیوہ ہو وہ اپنے آپ کو دھوکے میں رکھ رہے ہیں کہ صاحبِ ایمان ہیں۔وہ تو پکے کافر واقعہ میں ہیں،اور سخت عذاب کے سزاوار۔انھوں نے ''ایمان'' کی اپنی تعریف ایجاد کی ہوئی ہے(کہ اللہ کو ماننے کے بعد اختیار ہے کہ جس رسول کو چاہیں مانیں جس کو چاہیں نہ مانیں) لیکن ظاہر ہے کہ اللہ کے کسی ایک رسول کو بھی رد کر کے اللہ کو ماننا کہاں ماننا رہ جاتا ہے؟اس نے اپنے رسولوں میں تفریق کا اختیار کب اور کہاں اور کسے دیا ہے؟اور جو لوگ کسی ایک رسول کو مان کر رسالت سے آشنا ہو چکے،ان کے لئے تو ممکن نہیں کہ دوسرے رسول کی رسالت ان پر مخفی رہ جائے اور بہانے بنانے کی گنجائش ہو۔وہ تو رسول کی پہچان رکھتے ہیں۔بقولِ قرآن اسے ایسا پہچانتے ہیں جیسے اپنے بچوں کو("یعرفونهٗ کمایعرِفُونَ ابناَئَھم۔"البقرہ:۱۴۶)

یہود کی سرکش مزاجی انھیں کہاں تک لے گئی!

یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت میں شک کا بہانہ بنانے کو طرح طرح کے نکتے اُٹھایا کرتے تھے،کچھ سابق میں گزر بھی چکے ہیں۔ یہاں ایک نیا نکتہ نقل ہوا ہے:یَسۡئَلُکَ اَهۡلُ الۡکِتَابِ اَنۡ تُنَزِّلَ عَلَیۡهِمۡ۔۔۔۔۔''اہلِ کتاب فرمائش کرتے ہیں کہ تم اُن پر آسمان سے کتاب اُتروا ؤ،کوئی تحریر تمھاری رسالت کی تصدیق میں اوپر سے آئے ! یہ جیسی فرمائش تھی ویسا ہی جواب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ۔ارشاد ہوا، یہ تو ان کی مہربانی ہے کہ تم سے ذرا چھوٹی فرمائش کی ورنہ اپنے پیغمبر موسیٰ سے تو یہ فرمائش بھی انھوں نے کر ڈالی تھی کہ ہمیں اللہ کو رُو در رُو دکھاؤ!(تب تمھاری بات مانیں گے)اور اس کے نتیجے میں ان پر بجلی کی کڑک کا عذاب اُترا۔''اس کے بعد ان کی سرکش مزاجی،ہدایت بیزاری اور حق دشمنی پر دلالت کرنے والے ایسے چند اعمال وافعال کا حوالہ ہے جس کے بعد یہ کہنے کی ضرورت نہیں رہتی کہ بحیثیتِ مجموعی ان لوگوں

میں ادنیٰ صلاحیت حق اور خیر کو قبول کرنے کی نہیں رہ گئی ہے، خال خال اس صلاحیت کے لوگوں کا نکل آنا دوسری بات ہے۔

فرمایا: یہ تو اللہ کو روبرو دیکھنے کی جسارت آمیز فرمائش سے بڑھ کر شرک کی بدترین صورت، گوسالہ پرستی، تک بھی بے تکلف جا پہنچے تھے، حالانکہ ان پر توحید کی حقانیت کی نشانیاں کھولی جا چکی تھیں (مِنْ بَعْدِ ما جاءَتْهُمُ البَيِّناتُ) پر اللہ نے اس پر درگزر فرمایا۔ پھر بھی ان میں شکر گزاری نہ آئی۔ حتیٰ کہ بعض موقعوں پر ان سے اس طرح عہد و میثاق لیا گیا کہ کوہِ طور سروں پہ لا کے کھڑا کر دیا گیا۔ جس کے بعد ہونا یہ چاہئے تھا کہ ہر وقت اللہ کی قدرتِ کاملہ کا استحضار رہے اور فرمانبرداری میں کوتاہی کا حوصلہ نہ ہونے پائے۔ لیکن یہ دوسرے ہی لمحے اس استحضار سے آزاد پائے جاتے تھے۔ ان سے کہا گیا کہ اللہ نے تمہیں جو مصر سے نکال کر بہتر جگہ کا وعدہ دیا ہوا ہے، اس کے مطابق جب فتوحات کا سلسلہ شروع ہو تو شہروں کے دروازوں میں اکڑتے ہوئے نہیں بلکہ عاجزانہ (سُجَّداً) داخل ہونا، انھوں نے اس ہدایت کا ایک کھیل بنایا (جس کی تفصیل سورہ بقرہ میں گزر چکی ہے۔) نیز کہا گیا کہ سبت کے حکم کی پاسداری کرنا اور سخت عہد ان سے لیا گیا مگر یہ ہر موقع پر عہد شکن ہی ثابت ہوئے۔

حدود شکنی کی انتہاء اور اس کا ردِ عمل

آیت میں صرف احکام و ہدایات اور عہد و پیمان کا حوالہ ہے، ان لوگوں کا عمل اس کے مقابلے میں کیا رہا؟ اس کا کچھ ذکر نہیں۔ لیکن لہجہ اور سیاقِ کلام بول رہا ہے کہ یہ سب حوالے ان کی حکم عدولی اور سرکشی کے ہیں (جیسا کہ سورۂ بقرہ میں ان کی پوری تفصیل آچکی ہے) اس لئے آگے فہمِ قاری پر تکیہ کرتے ہوئے ان کا ذکر کئے بغیر ان کی سزا کے بیان میں فرمایا جاتا ہے: فَبِما نَقْضِهِمْ مِيثاقَهُمْ (پس ان کے نقضِ عہد کی بنا پر)۔ ہمارے عرف و عادت کے لحاظ سے یہ ایک نامکمل جملہ ہے، مگر عربی زبان کا اپنا اندازِ کلام ہے۔ اس کی گرامر کی رو سے یہاں کچھ حذف ماننا لازم آتا ہے جس سے جملہ پورا ہو جاتا ہے۔ جملہ کا یہ محذوف حصہ شروع میں بھی مانا جا سکتا ہے اور آخر میں بھی۔ شروع میں ماننے والے مفسرین نے جملے کی مکمل صورت یوں ٹھیرائی ہے: فَخالَفُوا وَ نَقَضُوا فَفَعَلْنا بِهِم مَا فَعَلْنا بِنَقْضِهِمْ مِيثاقَهُمْ۔ (پس انھوں نے خلافِ حکم کیا اور عہد شکنی کی سو ہم نے کیا جو کچھ ان کے ساتھ کیا (یعنی وہ کیا کہ جس کے بیان کو الفاظ ناکافی ہیں) ان کے نقضِ عہد کے سبب۔ بیضاوی) کچھ دوسروں نے خود قرآن ہی کے دوسرے مقام سے روشنی لے کر تقدیرِ کلام یوں

مانی : فَبِما نَقْضِھِمْ مِیثاقَھُمْ لَعَنّاھُمْ وَ جَعَلْنا قُلُوْبَھُمْ قاسِیَۃً (''پس ہم نے ان کے نقضِ عہد کے سبب لعنت ان پر کی اور دلوں کو ان کے سخت کر دیا''۔ابوحیان) یہ بعینہٖ سورۂ مائدہ (آیت ۱۳) کے الفاظ ہیں جو ان ہی لوگوں کے بارے میں نازل ہوئے۔

عتابِ الٰہی کی شدّت کا اظہار

یہ حذف کا اسلوب موقع کا تقاضہ تھا۔موقع اِن لوگوں کے خلاف بھرپور شدت کے اظہار کا تھا ۔اوراس کے لئے یہی انداز موزوں تھا جس میں غیظ وغضب جھلک رہا ہے۔اسی شدتِ اظہار کی برقراری کے لئے ان کے جرائم کی ایک اور لمبی فہرست اس نقضِ عہد کے ساتھ فوراً ہی منسلک کرتے ہوئے ارشاد ہوا: وَ بِکُفْرِھِمْ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَ قَتْلِھِمُ الْاَنْبِیآءَ بِغَیْرِ حقٍّ وَّ قَوْلِھِمْ قُلُوْبُنا غُلْف۔۔۔(اور آیاتِ الٰہی کے ساتھ ان کی کفر کے سبب سے اور انبیاء کے قتلِ ناحق کے سبب سے اور ان کے اس قول کے سبب سے کہ ہمارے دل حفاظت میں ہیں، جبکہ واقعہ یوں ہے کہ اللہ نے ان کی کفر پسندی کے سبب ان کے دلوں پہ مہر لگادی ہے، اوران کے اس کفر کی وجہ سے کہ مریم پر ایک عظیم بہتان انھوں نے تراشا اوران کے اس قول کی وجہ سے کہ ہم نے قتل کرڈالا مسیح عیسیٰ بنِ مریم رسول اللہ کو، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ نہ وہ اسے قتل کرسکے نہ سولی چڑھا سکے بلکہ کچھ شبہ کی صورت ان کے لئے بنادی گئی۔اور (ان یہود کے علاوہ) جولوگ اس معاملے میں اختلاف کرتے ہیں وہ دراصل اس کی بابت ایک شک کی حالت میں ہیں۔ان کے پاس ظن وتخمین سے ماسوا کوئی ٹھوس علم نہیں۔یقیناوہ (یہود) اسے نہیں قتل کر پائے۔بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف کو اُٹھالیا۔اوراللہ غلبہ وقوت والا حکمت والا ہے۔اورکوئی ایک اہلِ کتاب میں نہ ہوگا جواس کی موت سے قبل اس کو مان نہ لے۔اور قیامت کے دن وہ اُن پر گواہ بنے گا۔)

جملہ ہائے معترضہ اوران کی معنویت

اتنے بیشماراور ہرحد سے گزرے جرائم کے بعد جس سزا کے مستحق یہ لوگ ہوتے تھے،کون سے الفاظ اس سزا کی ادائیگی کا بوجھ اُٹھانے کے قابل ہوسکتے تھے؟ حقیقت میں یہ جرائم خود ہی اپنی سزا کا بیان تھے۔ یہ بول رہے تھے کہ بارگاہِ الٰہی سے لعنت کی سزا پاکر ان کے دلوں سے خیر وشر کی تمئیز اور جرم کا احساس ختم ہوگیا ہے۔ورنہ مریم صدیقہ جیسی مادرزاد عابدہ وزاہدہ پر زبان درازی، اوروہ بھی ان کی عفت پر، اورنومولود عیسیٰ کی معجزاتی گواہی کے بعد بھی! پھراس سے بڑھ کر حضرت عیسیٰ رسول، خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعوتِ حق سے ان

کی وہ دشمنی کہ اپنے نزدیک ان کو پھانسی دلا کر ہی چین پایا، اور اسے اپنے قابلِ فخر کارناموں میں جانا۔

یہ جرائم اپنے بیان میں جس شدت کے مقتضی ہو رہے تھے بظاہر اُسی کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ ان میں جو بعض جرائم جھوٹ کے زمرے میں آتے تھے، ان کی تردید بھی ساتھ ہی ساتھ بڑی شدت سے درمیان میں جملہ ہائے معترضہ کے طور پر کی جاتی رہی ہے۔ ان کا قول "قلوبنا غلفٌ" (ہمارے دل آپ کی باتوں کی طرف سے من جانب اللہ حفاظتی غلاف میں ہیں) اسی جھوٹ کے زمرے کی بات تھی جو یہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کے انبیاء و رُسل کی نصیحتوں کی زبان روکنے کے لئے ہانکا کرتے تھے، جیسا کہ سورۂ بقرہ (آیت ۸۸) میں گزرا ہے۔ اس کی تردید میں فرمایا گیا۔ نہیں حقیقت اس کے برخلاف یہ ہے کہ اللہ نے ان سیاہ بختوں کے دلوں پہ مہر کر دی ہے پس کم ہی ان کے حصے میں ایمان آنا ہے۔ علیٰ ہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جان (معاذ اللہ) لے لینے میں کامیابی کا ان کا دعویٰ بیان میں آیا تو اس کی تردید میں بشدّت فرمایا کہ یہ محض ان کا قول ہے ورنہ واقعہ میں نہ انھیں یہ قتل کر پائے نہ سولی دلا پائے، بلکہ اللہ نے ایک اشتباہ کی صورت پیدا کر دی جس سے یہ دھوکے میں پڑ گئے۔

سولی کے معاملے میں مزید ایک تردید

یہ تردید یہود کے دعوے کی تھی۔ لیکن ان کے دعوے کی بنا پر اور پھر شبہ کی صورت پیدا ہو جانے کی بنا پر خود نصاریٰ میں بھی اختلاف رائے پیدا ہو گیا تھا (بلکہ بعد میں تو یہود کے دعوے کو قبول ہی کر لیا گیا۔) سو بظاہر انھیں کی طرف اِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُو افیه سے اشارہ کر کے فرمایا گیا کہ وہ بھی ظن و تخمین سے باتیں کر رہے ہیں حقیقت کا علم انھیں بھی نہیں ہے۔ اور اس کے بعد بڑی حتمیت کے ساتھ ارشاد ہوا: وَما قَتَلُوهُ یَقِیناً بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیهِ وَکانَ اللّٰهُ عَزِیزاً حَکِیماً (اور یقیناً نہیں انھوں نے قتل اس کو کیا۔ بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف کو اُٹھالیا اور اللہ حکمت والا ہے زور و غلبے والا ہے۔ پھر آخر میں فرمایا: وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ۔۔ اور اہلِ کتاب میں سے کوئی نہ ہوگا جو اس کی موت سے اس پر پہلے ایمان نہ لے آئے۔ (اس کی وضاحت آگے آتی ہے)

چند وضاحت طلب باتیں

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہود اپنے عزائم میں کامیاب ہو پائے یا نہ ہو پائے، مگر عیسائیوں نے عقیدہ بنا لیا ہے کہ وہ کامیاب ہوئے۔ اور آپ نے (معاذ اللہ) سولی چڑھ کر جان دی۔ پس معاملہ دوہرا تھا۔ ایک طرف یہود کے دعوے کی حقیقت کو ظاہر کرنا تھا کہ قطعاً خلافِ واقعہ ہے۔ دوسری طرف

نصاریٰ پر واقعے کی وہ صحیح صورت کھولنا تھی جس میں اللہ کی طرف سے اپنے پیغمبر کی عزت وحرمت کی حفاظت کا قابلِ رشک اظہار تھا۔ یہی سبب نظر آتا ہے کہ پہلے یہود کے دعوے کی طرف رُخ کر کے فرمایا: وَ ما قَتَلُوہُ وَ ما صلَبُوہُ اور پھر نصاریٰ کی غلط فہمی کا حوالہ آیا تو فرمایا گیا: وَ ما قَتَلُوہُ یَقیناً بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیہِ۔ غرض یہ مکرر صراحت محض تکرار نہیں، ضرورت کا تقاضہ تھا۔

(۲) یہود کا دعویٰ صرف قتل کے لفظ سے نقل کیا گیا ہے۔ اِنَّا قَتَلْنا الْمسیحَ۔۔۔ لیکن تردید میں قتل کے ساتھ سولی دینا بھی لایا گیا ہے؟ تو قتل کی صورتیں بہت سی ہو سکتی ہیں۔ یہاں واقعہ کی تفصیل میں جانے سے پتہ چلتا ہے کہ یہود کا یہ دعوائے قتل بذریعۂ صلیب (سولی) تھا۔ پس تردید میں جس طرح قتل کی نفی ہے اسی طرح سولی چڑھائے جانے کی بھی نفی کر کے یہ بتایا گیا کہ قتل اور جان لینا تو درکنار اللہ نے محض سولی چڑھادئے جانے کی بے حرمتی سے بھی اپنے پیغمبر کو بچایا۔ معلوم ہے کہ سولی چڑھانے سے فوراً موت نہیں ہوجاتی ہے، جب تک کہ جلاد پھندا نہ کھینچے۔ یہاں گویا فرمایا کہ سولی سے جان جانا تو درکنار سولی چڑھنے ہی کی نوبت نہیں آئی۔

(۳) دعوائے قتل کی تردید کرتے ہوئے کہ ''نہ قتل اُسے انھوں نے کیا نہ صلیب پر اسے وہ چڑھا پائے'' فرمایا گیا ''بلکہ معاملہ ان پر مشتبہ کر دیا گیا۔'' جس کا مطلب ہوا کہ کچھ ایسی صورت اللہ نے معاملے کی بنادی جس سے یہود یہی سمجھے کہ وہ کامیاب ہو گئے۔ وہ کیا صورت اللہ نے بنادی؟ اس کی وضاحت ضروری نہیں خیال فرمائی گئی۔ اور فی الواقع کوئی ضرورت نظر بھی نہیں آتی۔ البتہ معاملہ مشتبہ ہوجانے کی ایسی صورت کہ یہود کو اس میں اپنی کامیابی نظر آئے اس سے معلوم ہوتا کہ بات جس شکل میں بھی پہنچی ہو پھانسی گھر تک پہنچی ضرور تھی۔ اور پھانسی کا عمل بھی ہوا، جس سے بائبل میں آئی ہوئی صورتِ واقعہ کی فی الجملہ توثیق ہوتی ہے۔ مگر قرآن کی صراحت کے مطابق یہ عمل حضرت مسیح علیہ السلام کی مبارک ذات پر نہیں ہوا۔

اور جس وقت کا یہ قصہ ہے اس کی قدرے وضاحت سے معاملے کی یہ صورت بن جانے کا امکان بآسانی سمجھ میں آسکتا ہے۔ اس واقعہ کے دنوں میں فلسطین پر رومی حکومت تھی، اسرائیلیوں کی اپنی حکومت نہ تھی کہ پھانسی دینے کا کام خود یہود کے ہاتھوں انجام پاتا۔ یہ رومی حکومت کے کارندوں ہی کے ذریعہ انجام پا سکتا تھا۔ اور واقعہ کی جو تفصیل بائبل میں ہے اس کے مطابق بڑا مجمع تھا جو آپ کو رومی کارندوں کے ساتھ (معاذ اللہ) بحیثیت ملزم لیکر رومی عدالت کی طرف چلا۔ پھر عدالت کی اچھی خاصی دیر طلب کارروائی کے بعد یہ کارندے آپ کو مع بعض دوسرے سزا یافتگان سولی گھر کی طرف لے کر چلے تو شام ہونے کو آرہی تھی

اور مجمع ساتھ ساتھ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی غیبی تدبیر کے لئے تو حالات کی ایسی کوئی صورت بن جانے کی بھی ضرورت نہ تھی، لیکن حالات کی بھی ایسی صورت بنی ہوئی ہو تب تو بالکل ہی کوئی مسئلہ نہیں رہتا کہ کسی بھی مرحلے پر اللہ کا دست قدرت اپنے رسول کو اپنی حفاظت میں لے کر اشتباہ کی کوئی صورت اپنے اور اپنے رسول کے دشمنوں کے لئے پیدا کردے۔ مثلاً دشمن مجمع ہی میں سے کسی پر آپ کی شباہت ڈال کر آپ کی جگہ کھڑا کردے۔ اور پھانسی وہ پائے۔

(۴) خیال ہوسکتا ہے کہ جس طرح حضرت مسیح علیہ السلام کی قوم نے آپ کی جان لینے کی بدبختانہ کوشش کی بالکل اسی طرح حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوم نے بھی یہی کوشش کی تھی۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کو کسی غلط فہمی میں ڈال کر خوش ہونے کا موقع ایک لمحے کے لئے بھی اللہ نے نہیں دیا جبکہ حضرت مسیح کے معاملے میں صورت اسی قادرِ مطلق اللہ کے ہاتھوں مختلف ہوئی؟ سو معاملے کا اصل راز اللہ جانے، لیکن ایک سیدھی سی بات بندوں کی بھی رسائی میں ہے۔ یہود اپنی ناکردنیوں بالخصوص قتلِ انبیاء کی وجہ سے ایک انتہائی مبغوض قوم بن چکے تھے۔ اُن کو اس بدترین حرکت پر خوش ہونے کا موقع دینا محض ان کی مبغوضیت میں اضافہ کرنا ہوسکتا تھا، جیسا کہ اور بہت سے موقعوں پر ان کے لئے ڈھیل یہی کام کرتی بتائی گئی ہے۔ جبکہ قریشِ مکہ کا کھاتہ ابھی بس تازہ تازہ کھلا تھا اور ان کی اکثریت کے لئے ہدایت اور اسلام کی خدمت مقدر تھی۔ والعلم عنداللہ۔ یہود کی مبغوضیت ہی کی ایک نشانی تو یہ تھی کہ وہ سینے پہ ہاتھ مار کر اس کے قتل کا دعویٰ کرتے ہوئے بطور تضحیک وتمسخر اسے ''رسول اللہ'' بھی کہہ رہے تھے۔ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ٰبْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللّٰهِ!

(۵) قتل وصلب کی نفی کے بعد فرمایا گیا وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۔۔۔ اس آیت کے مفہوم میں دو قول ہیں، اس لئے کہ ''قَبْلَ مَوْتِهٖ'' کا ترجمہ 'اسکی موت' بھی ہوسکتا ہے، جس کی رو سے ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات بنے گی۔ اور 'اپنی موت' بھی ہوسکتا ہے، جس کے مطابق ضمیر کا مرجع اہلِ کتاب کے افراد بنیں گے۔

لیکن اس دوسری صورت میں آیت کی کوئی خاص مناسبت اوپر کے بیان بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ (بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف کو اُٹھالیا) سے نہیں رہتی، جبکہ پہلی صورت میں یہ آیت اوپر کے اس بیان (بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا) میں پوشیدہ اس حقیقت کی اور تاکید وتصریح بن جاتی ہے کہ زندہ اُٹھالیا، اور اُس موت کا مرحلہ باقی رہا جس کا ذکر آپؑ کی زبان پر گہوارے ہی کے اِس کلام میں آگیا تھا ''وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا'' (مریم ۔۔) اور یہ مرحلہ زمین ہی پر پورا ہوسکتا تھا۔ اور اسی کے بعد یوم یُبْعَثُ حَیًّا (دوبارہ زندگی دے کر اُٹھائی جانے) کا تیسرا مرحلہ آسکتا تھا۔

پس آیت گویا اسی کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ موت کے مرحلے سے گزرنے کے لئے آپ کی واپسی زمین پر ہونا ہے۔ اور پھر یہاں اپنی زندگی کے جو باقی ماندہ دن آپ کو ملیں گے، جن میں صحیح احادیث کے مطابق آپ کے ذریعہ اللہ کا کلمہ زمین پر پھر غالب ہوگا، ان دِنوں کے بارے میں خبر دی جارہی ہے کہ اس وقت تو اہلِ کتاب میں کوئی ایک نہ ہوگا جو آپ پر ایمان لانے اور آپ کے زندہ اٹھالئے جانے کی حقیقت کو تسلیم کرنے سے رہ جائے۔ اور پھر یہ واقعہ چونکہ عین قربِ قیامت کے وقت ہوگا اس لئے اگلے فقرے (وَیومَ القیَامَۃِ یکونُ علیھم شھیداً) میں اہلِ کتاب کو یہ بھی یاد دلا دیا جانا نہایت برمحل ہوتا ہے کہ اس دن آپ (حضرت مسیحؑ) سے ان لوگوں پر گواہی لی جائے گی (اور اس گواہی کا بیان سورۂ مائدہ کے آخر میں آتا ہے۔)

اس مبارک آیت کا یہ مفہوم سیاقِ کلام سے تو ترجیح پاتا ہی ہے، مزید ایک صحیح حدیث مکمل طور پر اس کی تائید میں پائی جاتی ہے۔ صحیح بخاری میں، نیز مسلم اور ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: والَّذی نفسِی بِیَدِہٖ لَیُوْشِکَنَّ اَنْ یَنْزِلَ فِیْکُمْ ابْنُ مَرْیَمَ حکَمًا عَدْلًا ۔۔۔۔ (قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے یہ ہوکر رہنا ہے کہ ابنِ مریم کا نزول تم لوگوں کے بیچ میں ایک حاکمِ عادل کی حیثیت میں ہو۔ وہ پھر صلیب توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، لڑائیوں کا خاتمہ کر دیں گے (یعنی دنیا ایک کلمے پر متحد ہو جائے گی) اور مال کی وہ بہتات ہوگی کہ اسے کوئی لینے والا نہ ملے، حتّٰی کہ (لوگوں کی دلچسپی بس عبادت ہی میں رہ جائے گی اور) ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بڑھ کر معلوم ہوگا۔ بخاری کتاب الانبیاء)

روایت مزید کہتی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ نے حدیث کی روایت کے آگے فرمایا: وَاقرؤا اِنْ شِئْتُم (اور تم چاہو تو پڑھو) وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الکتابِ اِلّا لَیُؤْمِنَنّ بِہٖ قَبْلَ مَوتِہٖ وَیَوْمَ الْقِیامَۃِیَکُوْنُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا۔ یعنی اس حدیث میں وہی بات فرمائی گئی ہے جو سورہ نساء کی اس آیت میں آئی۔[1]

☆☆☆

---

[1] اس آیت کے بارے میں اوپر دو قول بتائے گئے ہیں۔ ورنہ گنتی کے لئے دو اور بھی ہیں۔ ایک کے مطابق لَیُؤمِنَنّ بہٖ قبلَ موتِہٖ میں بہٖ کی ضمیر اللہ کی طرف اور موتِہٖ کی ضمیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ دوسرے کے مطابق دونوں ضمیریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف۔ روح المعانی میں ان کو نقل کر کے بے تکلف کہہ دیا گیا ہے کہ دونوں میں سے کوئی بھی موقع پر نہیں کھپتا۔ ایک سے ایک بعید تر ہے۔

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ

رویت ہلال کے بارے میں ریڈیو کی خبر اور ٹیلی فون کی اطلاع کا حکم

[لکھنؤ میں بارہا یہ واقعہ پیش آتا تھا کہ رمضان یا شوال کے چاند کی رؤیت کے سلسلے میں ملک کے مختلف مقامات سے موقر علماء کرام والد ماجد حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ کو اطلاع دیتے تھے، اور جب ان اطلاعات پر حضرت والد ماجد علیہ الرحمۃ کو مکمل اطمینان ہو جاتا تھا تو وہ ان خبروں کو شہر کے ان حضرات کے پاس بھجوا دیتے تھے جو رؤیت ہلال کے سلسلہ میں روایتی طور پر ذمہ دار مانے جاتے تھے—— اور اگر ان کی طرف سے فیصلے کے آنے میں تاخیر ہوتی تھی تو اس امید پر کہ دیر سویر اس کمیٹی کی طرف سے بھی اعلان ہو ہی جائے گا، اس خبر کی بناء پر وہ عمل کر لیا کرتے تھے جس میں تاخیر کی گنجائش زیادہ نہیں ہوتی تھی، مثلاً تراویح شروع کر دینا، یا مرکز کی مسجد میں ان معتکف حضرات کو اطلاع دے دینا جنھیں دوسرے شہروں کے لئے روانہ ہونا ہوتا تھا—— اس سلسلہ میں سب سے زیادہ اعتماد وہ حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانی صاحب امیر شریعت بہار واڑیسہ کی رائے اور خبر پر کرتے تھے، تاہم شہر میں خود سے کوئی اعلان کروانے سے گریز کرتے اور سختی کے ساتھ اس کی تاکید کرتے تھے کہ شہر کی ذمہ دار کمیٹی کی طرف سے اعلان کا انتظار کیا جائے—— اس کے باوجود کبھی کبھی کچھ لوگ شہر میں کچھ غلط فہمیاں پھیلانے لگتے تھے، غالباً ایسے ہی ایک موقع پر اس سلسلہ میں مسئلہ کی وضاحت کے لئے حضرت والد ماجدؒ نے ایک مختصر سا مضمون الفرقان: اپریل ۱۹۸۷ کے اداریہ کے طور پر لکھا تھا—— ذیل میں وہی مضمون خصوصاً حضرات اہل علم کے مطالعہ کے لئے پیش کیا جا رہا ہے—— مدیر]

رویت ہلال کے بارے میں ریڈیو کی خبر یا ٹیلی فون سے ملنے والی اطلاع نہ ہر صورت میں قابل قبول ہے اور نہ ہر صورت میں قابل رد اور نا قابل اعتبار ہے، بلکہ اس میں یہ تفصیل ہے کہ جس ریڈیو اسٹیشن کے متعلق تحقیق سے یہ معلوم ہے کہ وہ رویت ہلال سے متعلق خبر دوسری خبروں کی طرح اپنے عام ذرائع معلومات کی بنا پر نشر نہیں کرتا، بلکہ کسی معتبر دینی مرکز یا علماء کی کسی جماعت یا کسی قابل اعتماد رویت ہلال کمیٹی کے فیصلہ کی دی ہوئی اطلاع پر اسی کے حوالے سے نشر کرتا ہے (جیسا کہ پاکستان کے ریڈیو اسٹیشن اور اسی طرح دہلی کے آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن اور پٹنہ ریڈیو اسٹیشن کے بارے میں معلوم ہوا ہے) تو اس کی یہ خبر قابل قبول ہوگی۔ [1] اور اس کی حیثیت فیصلہ کے صرف اعلان کی ہوگی، جیسا کہ مختلف زمانوں میں رویت ہلال کے ثبوت کے بعد مختلف طریقوں سے اس کا اعلان کیا جاتا رہا ہے اور اب بھی کیا جاتا ہے اور ان اعلانوں کو عمل کے لئے کافی سمجھا جاتا ہے۔

اسی طرح اگر ایک شہر کے کوئی عالم دین دوسرے شہر کے عالم دین کو رویت ہلال کے ثبوت کی اطلاع ٹیلی فون سے دیں اور دونوں حضرات ایک دوسرے کی آواز کو پہچانتے ہوں اور اس میں کوئی شک شبہ نہ ہو تو ٹیلی فون کی اس اطلاع کا بھی اعتبار کیا جائے گا، اور جن عالم دین کو ٹیلی فون سے اطلاع دی گئی ہے ان کے لئے درست ہوگا کہ وہ رویت ہلال کے ثبوت کا اعلان کرا دیں —— (لیکن ریڈیو کی خبر اور ٹیلی فون کی اطلاع کا یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ وہ ایسے دور دراز ملک سے نہ ہو جہاں ایک دن پہلے رویت ہوسکتی ہے جیسے کہ حجاز مقدس کہ جہاں رویت اکثر ایک دن پہلے ہی ہوتی ہے)

رویت ہلال کے مسئلہ میں یہ بات بھی خاص طور سے قابل لحاظ ہے کہ ریڈیو کی خبر سن کر یا ٹیلی فون سے اطلاع پا کر عوام کو بطور خود کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہئے بلکہ اپنے شہر کے یا قریبی بستی کے عالم دین کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور ان کے فتوے اور فیصلے پر عمل کرنا چاہئے۔ اور جو لوگ آپ کی رائے سے اتفاق نہ کریں اور نہ مانیں ان سے جھگڑا نہ کیا جائے —— رویت ہلال کے مسئلہ کو جھگڑے اور فساد کا سبب بنانا بڑی بدنصیبی ہے۔

---

[1] اور جن ریڈیو اسٹیشنوں کے بارے میں یہ تحقیق نہ ہو ان کی خبر کا شرعاً کوئی اعتبار نہ ہوگا اور ہمارے ملک کے اکثر ریڈیو اسٹیشنوں کا یہی حال ہے۔

ایک مخلص عالم دین مولانا محی الدین صاحب فتح پوری (استاذ مدرسہ اسلامیہ فتح پور) نے میری ہی خواہش پر اس مسئلہ رویت ہلال سے متعلق ایک مختصر سا رسالہ مرتب فرمایا ہے۔ جس میں ہمارے اس دور کے اکابر علماء واصحاب فتوی کے چند فتوے جمع فرما دیئے ہیں، ان میں سے صرف دو فتوے ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں۔

رویت ہلال کمیٹی دار العلوم دیوبند کا فتویٰ اور فیصلہ

”آج مورخہ ۲۹ر رمضان المبارک یوم یکشنبہ (مطابق ۸رجون ۱۹۸۶ء) بعد مغرب رویت ہلال کمیٹی دار العلوم دیوبند کی مجلس منعقد ہوئی، جس میں مندرجہ ذیل حضرات شریک ہوئے، مولانا محمد زبیر صاحب مدرس دار العلوم دیوبند نے بتایا کہ میں نے شرعی رویت ہلال کمیٹی پاکستان کا اعلان خود اپنے کانوں سے سنا ہے۔ رویت ہلال کمیٹی پاکستان کے چیئرمین جناب مولانا پیر کرم علی شاہ صاحب نے متعدد علماء کی موجودگی میں جن کے نام یہ ہیں (مولانا عبد القیوم صاحب ہزاروی۔ مولانا عبد القادر آزاد۔ مولانا محمد مالک کاندھلوی وغیرہم) اعلان کیا کہ کمیٹی کے سامنے بیشمار شہادتیں تسلسل کے ساتھ آچکی ہیں کہ شوال المکرم کا چاند آج ۸رجون کو نظر آچکا ہے، لہٰذا کمیٹی کی طرف سے اعلان کیا جاتا ہے کہ ۹رجون ۱۹۸۶ء کو یکم شوال ہوگی اور پورے ملک میں عید منائی جائے۔

یہ اعلان نہ تو طبل قاضی اور نہ صوت مدافع (یعنی توپوں کی آواز) کے حکم میں ہے اور نہ محض ”خبر شرعی“ ”شہادت شرعی“ ہی ہے بلکہ یہ اعلان، اعلانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ہے اس لئے حجت شرعی ہے —— اس بنیاد پر رویت ہلال کمیٹی دار العلوم دیوبند فیصلہ کرتی ہے کہ کل ۹رجون ۱۹۸۶ء کو یکم شوال ہے اور عید کی نماز ادا کی جائے۔

شرکائے کمیٹی

آخر میں ۹ حضرات کے اسمائے گرامی ہیں جو کمیٹی میں شریک تھے، یہ سب حضرات دار العلوم دیوبند کے اساتذہ یا مفتی صاحبان ہیں۔

رویت ہلال کمیٹی کے مندرجہ بالا فیصلہ میں ریڈیو پاکستان کے اعلان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان کے مطابق کہا گیا ہے، یہ غالباً حضرت ابن عباسؓ کی اس حدیث کی طرف اشارہ ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ ۲۹ شعبان کو مدینہ منورہ میں چاند نہیں دیکھا گیا (اس لئے سمجھا گیا کہ کل شعبان کی ۳۰ تاریخ ہوگی) لیکن اسی رات کو ایک اعرابی بدوی باہر سے آیا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا کہ آج ہی میں نے خود

چاند دیکھا ہے ۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا:''أتشھد ان لاالٰہ الااللہ ''''أتشھد أن محمداً رسول اللہ '' (کیاتم شہادت دیتے ہوکہ اللہ ہی معبود برحق ہے اس کے سواکوئی معبود نہیں ،اور کیاتم شہادت دیتے ہوکہ محمد اللہ کے رسول ہیں؟)اس اعرابی نے کہا کہ ہاں میں اللہ تعالی کی وحدانیت اور آپ کی رسالت کی شہادت دیتا ہوں(یعنی اللہ کی توحید اور آپ کی رسالت پر میرا ایمان ہے)تو آپ نے حضرت بلال کوحکم دیا کہ لوگوں میں اعلان کردو کہ کل روزہ رکھیں (یہ حدیث ترمذی ،ابوداؤد،نسائی ،ابن ماجہ اور دارمی کے حوالے سے مشکوٰۃ المصابیح میں بھی روایت کی گئی ہے)اس حدیث کے بیان کے مطابق رویت ہلال کا ثبوت تو اس اعرابی کی اطلاع اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس بیان کو قبول فرمالینے سے ہوا، اور حضرت بلال نے صرف اس کا اعلان کیا۔اسی طرح رویت ہلال کا ثبوت تو چاند دیکھنے والوں کی شہادتوں کی بنیاد پر رویت ہلال کمیٹی کے فیصلہ سے ہوا اور ریڈیو پاکستان سے اس فیصلہ کا صرف اعلان ہوا——اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ رویت ہلال کی ''اطلاع'' ''اصطلاحی شہادت'' نہیں ہے اور اس کے وہ شرائط نہیں ہیں جو قاضی کی عدالت میں شہادت کے ہیں، بلکہ وہ ''خبر'' ہے اور اس کے لئے ،شرعی قاضی یا عالم دین ومفتی کا غلبۂ ظن کافی ہے فقہائے کرام نے ان دونوں باتوں کی تصریح فرمائی ہے۔

ٹیلی فون کے ذریعہ ملی ہوئی مستند اطلاع کے متعلق شرعی حکم اور فتویٰ

ہمارے اس دور کے بزرگ ترین اور مستند ترین مفتی حضرت مولانا سید عبدالرحیم لاجپوری مدظلہٗ نے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا ہے:

''لکھنؤ سے ایک معتبر عالم نے ٹیلی فون سے خبر دی ،مفتی صاحب اور علماء نے بیان سن کر اور آواز پہچان کر پورے اطمینان کے بعد چاند ہوجانے اور روزہ رکھنے کا حکم دیا، یہ درست ہے۔یہ نیا فیصلہ یا نیا فتوی نہیں ہے۔آج سے چالیس برس پہلے حضرت تھانویؒ نے ایسا ہی فتوی دیا ہے۔ملاحظہ ہو:

سوال: ایک شہر کے مفتی یا دین دار عالم کے نزدیک رویت ہلال کا ثبوت ہوگیا، بموجب شرع شریف کے ہوا اور وہ اس رویت کے ثبوت کی خبر دوسرے شہر کے مفتی یا دین دار عالم کو بذریعہ آلہ ٹیلی فون کے کرے جس میں خبر دہندہ اور مخبر الیہ (جس کو خبر دی گئی) ایک دوسرے کی آواز کو اچھی طرح سمجھتے اور پہچانتے ہیں، اور تکلم کے وقت غیر کا واسطہ بھی نہیں ہوتا، اور مخبر الیہ کو (یعنی جن صاحب کو ٹیلی فون سے خبر دی گئی ہے ان کو) اس خبر کی تصدیق میں کسی طرح کا شبہ بھی نہیں رہتا، تو اس خبر پر عمل کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور صورت مسئولہ میں اور دوسرے قابل اعتبار ٹیلی فون کی ضرورت باقی رہتی ہے یا نہیں؟

حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا تھا:

الجواب: جن احکام میں حجاب مانع قبول ہے اس میں (ٹیلی فون کا واسطہ) غیر معتبر ہے، اور جن میں حجاب مانع قبول نہیں ہے ان میں اگر قرائن قویہ سے متکلم کی تعیین ہوجائے (کہ فلاں شخص ہی بول رہا ہے) تو معتبر ہے''

۱۶ محرم ۱۳۳۸ھ (امداد الفتاوی، صفحہ ۸۷ جلد ۲۔) فتاوی رحیمیہ، ص ۲۷۸، ج ۱

حضرت حکیم الامتؒ کے اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ رویت ہلال کے ثبوت کی خبر وہ شہادت نہیں ہے جس کے لئے شاہد کا سامنے موجود ہونا ضروری ہوتا ہے، بلکہ یہ ایک خالص دینی معاملہ کی خبر اور اطلاع ہے، اس کے معتبر اور قابل قبول ہونے کے لئے خبر دینے والے کا سامنے ہونا ضروری نہیں، لہٰذا سوال میں جس کے بارے میں دریافت کیا گیا ہے وہ معتبر ہے اور اس پر عمل کیا جائے گا۔

امید ہے کہ رویت ہلال کے مسئلہ کے بارے میں ان صفحات میں مختصراً جو کچھ لکھا گیا ہے اور جو فتوے نقل کئے گئے ہیں سلیم الفطرت اور خیر پسند طبیعتوں کے اطمینان کے لئے انشاء اللہ کافی ہوں گے۔

واللہ ولی التوفیق

☆☆☆

بمبئی اور پونا کے درمیان نیرل (رائے گڑھ) میں

حضرت مدیر الفرقان مدظلہٗ کی زیر سرپرستی چلنے والے ادارے

دارالعلوم اِمام ربّانی

میں

باورچی، اور متفرق کاموں اور چوکیداری کے لئے چند افراد کی ضرورت ہے۔

خواہش مند حضرات رابطہ قائم کریں:

09527728816

قارئین الفرقان سے مناسب افراد کو اِس جانب متوجہ کرکے اِس کام میں تعاون کی درخواست ہے۔

حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم
ترتیب وپیشکش: محمد اختر معروفی

کامیاب ازدواجی زندگی کے اصول

[اِس سال رمضان مبارک کے آخری عشرے میں ۲۲؍رمضان سے ۲۹؍رمضان تک لوساکا زامبیا کی مسجد عمر سے دوران اعتکاف ریحانۃ العصر حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم نے حسب معمول مستورات کو بھی خطاب فرمایا۔ مجلس میں بہت بڑی تعداد میں شہر کی خواتین شرکت کرتی تھیں۔ جن میں اکثریت چونکہ ایسی مستورات کی ہوتی تھی جو اردو کے بھاری بھرکم الفاظ نہیں سمجھ سکتیں، اس لئے ان کی رعایت سے حضرت انگریزی کے الفاظ بھی استعمال کرتے تھے —— ذیل میں اس سلسلہ کا پہلا خطاب پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے —— معروفی]

حمد وصلاۃ اورتعوذ وبسملہ کے بعد:

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ

اللہ رب العزت کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ اس کریم پروردگار نے ایک مرتبہ پھر صحت وسلامتی اور ایمان کی حفاظت کے ساتھ رمضان المبارک کا یہ بابرکت وقت عطا فرمادیا، ہم اللہ رب العزت کا جتنا شکر ادا کریں وہ تھوڑا ہے۔ ان مجالس میں کامیاب ازدواجی زندگی کے متعلق بیانات ہوں گے، امید ہے کہ مستورات دل کے کانوں سے سنیں گی اوران اصولوں کو اپنی زندگی میں اپنا کر اللہ کی عبادت گذار نیک مقبول بندی بننے کی کوشش کریں گی۔

قرآن مجید کی جو آیت تلاوت کی گئی اس میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ

مِنۡ أَنفُسِكُمۡ أَزۡوَاجًا لِتَسۡكُنُوا إِلَيۡهَا وَجَعَلَ بَيۡنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحۡمَةً إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوۡمٍ يَتَفَكَّرُونَ ''اور یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تم سے تمہارے ہی لئے جوڑا بنایا تا کہ تم اس سے سکون حاصل کرو۔

شادی کی حقیقت: شادی کیا ہوتی ہے؟ ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان شرعی گواہوں کی موجودگی میں اللہ کے نام پر معاہدہ کرنا اس کو شادی کہتے ہیں، یہ جو اگریمنٹ ہوتا ہے، نکاح ہوتا ہے، یہ اللہ کے نام پر ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا نام کتنا اچھا ہے کہ وہ حرام کو حلال کر دیتا ہے، دیکھئے قربانی کے جانور پر اللہ کا نام نہ لیا جائے تو وہ حرام ہے، اسی طرح مرد اور عورت کے تعلق کے درمیان اللہ کا نام آئے گا تو عورت حلال ہوگی وگرنہ دونوں کا ایک دوسرے کے ساتھ ملنا حرام ہوگا۔ قربان جائیں اس پروردگار کے نام پر کہ جس کا نام اتنی برکتوں والا ہے۔ فرمایا: ''وَاتَّقُوا اللهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ'' دیکھئے اللہ کے نام پر عورت مرد کے لئے حلال ہوتی ہے، مرد عورت کے لئے حلال ہوتا ہے، لہٰذا اس شادی خانہ آبادی میں اس پروردگار کو نہ بھولیں جس پروردگار کی وجہ سے دونوں میاں بیوی بنے، نکاح سے پہلے دونوں ایک دوسرے کے لئے غیر محرم تھے، لڑکے کے لئے لڑکی کو دیکھنا حرام تھا، لڑکی کے لئے لڑکے کو دیکھنا حرام تھا، اتنی اجنبیت اور دوری تھی، اللہ کا نام درمیان میں آیا تو اتنے قریب ہو گئے کہ اب وہ بیوی اپنوں سے بڑی اپنی بن گئی، شریکۂ حیات بن گئی۔

اس لئے شادی کے مقاصد ذہن میں رکھنے ضروری ہیں کہ یہ ایک بندھن ہے جو ایک مرد اور عورت کے درمیان گواہوں کی موجودگی میں اللہ کے نام پر ہوتا ہے، کہتے ہیں: Wedding rings are the world's smallest handcuffs کہ یہ جو ویڈنگ کی رِنگ (انگوٹھی) ہوتی ہے یہ دنیا کی سب سے چھوٹی ہتھکڑی ہوتی ہے، دونوں ایک بندھن میں بندھ جاتے ہیں، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''وَأَخَذۡنَ مِنكُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا'' اور وہ تم سے ایک پکا عہد لے چکی ہیں، Commitment لے چکی ہیں۔

شادی کے مقاصد

پہلا مقصد: گناہوں سے بچنا: چنانچہ شادی کے مقاصد میں سب سے پہلا مقصد ہے گناہوں سے بچنا، خاوند بیوی کے ذریعہ گناہوں سے بچے اور بیوی خاوند کے ذریعہ سے گناہوں سے بچے، یہ شادی کے

مقاصد میں سے سب سے پہلا مقصد ہے۔

دوسرا مقصد: ایمان کی تکمیل: اور دوسرا مقصد ہے ایمان کو مکمل کرنا، کیونکہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''النکاح نصف الایمان'' نکاح آدھا ایمان ہے، شادی سے پہلے انسان جتنا بھی نیک بن جائے ابھی آدھے ایمان پر عمل کر رہا ہے، نکاح ہونے کے بعد اب ایمان کی تکمیل ہوجاتی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ بندے کے اعمال کا اجر بڑھا دیتے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے کہ شادی سے پہلے ایک نماز پڑھیں تو ایک نماز کا ثواب اور شادی ہونے کے بعد ایک نماز پڑھیں تو ۲ نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور بعض روایتوں میں ۴۲ نمازوں کا ثواب ہے۔

شادی سے اعمال کا اجر بڑھ جاتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ رب کریم یہ فرماتے ہیں کہ میرے بندے! پہلے تیرے اوپر صرف حقوق اللہ تھے، اس لئے ایک نماز کا اجر ایک ملتا تھا، اب تیرے اوپر حقوق العباد بھی آگئے، اب ان حقوق العباد کو پورا کرتے ہوئے جب تم میرے حقوق کو بھی پورا کروگے تو میں اعمال کی قیمت بڑھا دوں گا۔

تیسرا مقصد: عزت حاصل کرنا: تیسرا مقصد یہ ہے کہ دونوں کو عزت مل جائے، جب شادی ہوجاتی ہے تو خاوند بیوی کے لئے عزت کا سبب بنتا ہے، بیوی خاوند کے لئے عزت کا سبب بنتی ہے۔ لہٰذا انسان ایک دوسرے کی عزت کرے، خاوند بیوی کی عزت کرے کہ اللہ نے اس کو میری زندگی کے لئے چنا ہے اور بیوی اپنے خاوند کی عزت کرے۔

چوتھا مقصد: محبت ملنا: پھر چوتھا مقصد محبت کا ملنا کہ میاں بیوی ایک دوسرے کو محبتیں دیتے ہیں، محبتیں تقسیم کرتے ہیں، اور محبتوں بھری زندگی گذارتے ہیں۔

پانچواں مقصد: شریکۂ حیات کا ملنا: پانچواں مقصد ہے شریکۂ حیات کا ملنا کہ انسان زندگی کا ساتھی پالیتا ہے، زندگی کے اتار چڑھاؤ میں کوئی اس کا اپنا ہوتا ہے، وہ ایک دوسرے کے ساتھ Share کرسکتے ہیں، وہ دونوں مل کر زندگی کے غموں کا بوجھ اٹھا سکتے ہیں۔

چھٹا مقصد: اولاد حاصل کرنا: چھٹا مقصد ہوتا ہے اولاد حاصل کرنا۔ چنانچہ ہر انسان کی فطری خواہش ہے کہ اس کی اولاد ہو۔ اس لئے انبیاء کرام جیسی بزرگ ہستیاں بھی اللہ سے اولاد کے لئے

دعائیں مانگتی رہیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا مانگی: ''رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَیْبًا'' اے میرے پروردگار! اتنا بوڑھا ہوگیا ہوں کہ میری ہڈیاں بوسیدہ ہوگئیں اور میرے بال سفید ہوگئے؛ لیکن ابھی بھی میں آپ کی درگاہ سے اس نعمت کے حاصل کرنے کے سلسلہ میں مایوس نہیں ہوا ہوں، میں ابھی بھی دعا مانگتا ہوں۔ تو دیکھئے بڑھاپے میں انسان کی یہ تمنا ہوتی ہے، اسی طرح ہر عورت کے دل کی فطری خواہش ہوتی ہے کہ اللہ مجھے اولاد کی نعمت عطا فرمائے۔

ساتواں مقصد: پرسکون زندگی گذارنا: ساتواں مقصد ہوتا ہے پرسکون زندگی گذارنا۔ اس لفظ کو سمجھنے کی کوشش کریں، آج کل ذہنوں میں یہ بات سما گئی ہے کہ کوئی غم ہونا ہی نہیں چاہئے، پریشانی ہونی ہی نہیں چاہئے، ایک کافر کی سوچ اور ہوتی ہے، مومن کی سوچ اور ہوتی ہے، کافر یہ سوچے کہ کوئی پریشانی نہیں ہونی چاہئے تو وہ سوچ سکتا ہے؛ مگر مومن تو جانتا ہے کہ دنیا امتحان گاہ ہے اور اس امتحان گاہ میں حالات ادلتے بدلتے رہتے ہیں؛ کبھی اللہ خوشی دے کر آزماتے ہیں اور کبھی غم دے کر اور کبھی صحت دے کر اور کبھی بیماری دے کر، تو حالات کے اتار چڑھاؤ کو expect کرنا چاہئے، دنیا کی زندگی پھولوں کی سیج نہیں ہے، آپ کیا سمجھتی ہیں کہ یہ جو دنیا کے بادشاہ ہوتے ہیں ان کے اوپر پریشانیاں نہیں آتیں؟ توبہ توبہ! وہ اتنے پریشان رہتے ہیں کہ اگر ان کی پریشانیاں کسی شہر کے لوگوں میں تقسیم کردیں تو شہر کے سارے لوگ پریشان ہوجائیں۔ لہٰذا سمجھ لیں کہ مقصد سکون پانا ہے، میاں بیوی دونوں پرسکون ہوتے ہیں، اگرچہ تنگی ہو، اگرچہ پریشانی ہو، اگرچہ بیماری ہو، ان چیزوں کا ہونا الگ بات ہے اور دلی سکون ہونا الگ بات ہے، جب انسان کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ میں اکیلا نہیں ہوں، میرے ساتھ کوئی اور بھی ہے تو پھر پریشانی پریشانی نہیں لگتی، دل پرسکون ہوتا ہے۔

شریعت نے اتنا خوبصورت لفظ استعمال کیا کہ ایک لفظ سے شادی کا مقصد واضح فرمادیا۔ چنانچہ شادی ہونے کے بعد میاں بیوی مل کر قدم اٹھاتے ہیں, Being ,doing things together sharing together,together یہ ان کی زندگی کا اصول بن جاتا ہے۔

ازدواجی زندگی کو پرسکون بنانے کے چند اصول

اب ہم پرسکون ازدواجی زندگی کیسے حاصل کریں؟ آیئے قرآن مجید کی تعلیمات کو سامنے رکھ کر

اس مضمون کی تفصیلات سنیں۔سب سے پہلے اللہ تعالی فرماتے ہیں ''وَمِنْ آیَاتِہٖ'' کہ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے، خاوند بیوی کے لئے اللہ کی نشانی اور بیوی خاوند کے لئے اللہ کی نشانی ہے۔اور واقعی اگر اللہ نے میاں بیوی کا رشتہ نہ بنایا ہوتا تو ہر ایک کی زندگی ادھوری ہوتی، ہر ایک کی زندگی میں خلا ہوتا۔

نکاح ایک معاہدہ ہے: اس بات کو ذہن میں رکھیں کہ ہمارے درمیان جو نکاح کا معاہدہ ہے وہ اللہ کے نام پر ہے، اس لئے سورۂ نساء پڑھئے تو آپ کو ہر چند آیتوں کے بعد ملے گا ''وَاتَّقُوا اللّٰہَ۔ وَاتَّقُوا اللّٰہَ'' اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو۔کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتے تھے کہ میاں بیوی کا رشتہ اتنا Delicate (نازک) ہوتا ہے کہ اگر بندے کے دل میں اللہ کا خوف نہ ہوتو وہ ظاہر میں سچا بھی بنتا ہے اور دوسرے کی دل آزاری بھی کررہا ہوتا ہے، اس لئے اللہ نے فرمایا کہ تم مخلوق کا خیال مت رکھو؛ تمہارا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے جو دلوں کے بھید جاننے والا ہے۔ Allah is the witness intentions and actions to all thoughts تم جو کررہے ہو تمہارے من میں کیا نیت ہے اس کو اللہ جانتا ہے۔

آپس میں محبت بڑھانے کا طریقہ: آگے فرمایا: ''وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً'' اور اللہ نے تمہارے درمیان محبت پیدا کردی۔مودت کہتے ہیں محبت کو، چنانچہ میاں بیوی کو ایک دوسرے سے Physical (جسمانی) اور Emotional (جذباتی) دونوں طرح کی محبت ہوتی ہے، اس لئے میاں بیوی All season friends (مستقل دوست) ہوتے ہیں، یہ صرف بہار کے دوست نہیں ہوتے ہیں، اور یہ friendship (دوستی) آپس میں Builtup کرنی پڑتی ہے، اس پر Invest (بہت کچھ صرف) کرنا پڑتا ہے؛ جتنا ایک دوسرے کی خاطر Investment کریں گے اتنا یہ محبت مضبوط ہوتی چلی جائے گی، ایک دوسرے کو ٹائم دینا، Efforts دینا، Care دینا، Support دینا، ایک دوسرے کا کام کرنا، ایک دوسرے کی ضروریات زندگی میں دلچسپی لینا، اس سے شادی کا بندھن مضبوط ہوتا ہے۔یوں سمجھ لیں کہ میاں بیوی کا ایک Emotional (جذباتی) بنک اکاؤنٹ ہوتا ہے؛ جتنا وہ اس کے اندر Input (پونجی) ڈالتے رہتے ہیں اتنا ان کی شادی پرسکون ہوتی ہے، Love is directly proportional to Investment جس چیز پر جان مال لگتا ہے، وقت لگتا ہے، اس کی محبت دل میں آتی ہے، یہ اصول ہے۔

اس کی مثال سن لیجئے! ماں بیٹے کے اوپر کتنا Investment کرتی ہے، ۲۴ گھنٹے کی خادمہ بن

کر رہتی ہے، پہلے کھلاتی ہے بعد میں کھاتی ہے، پہلے پلاتی ہے بعد میں پیتی ہے، پہلے بچے کو سلاتی ہے بعد میں سوتی ہے، کتنی ہی تکلیف کیوں نہ ہو بچے کی آواز آنے پر فوراً اٹھ کھڑی ہوتی ہے اور بچے کی ضرورت کو پورا کرتی ہے، توجب ماں بیٹے کو دودھ پلاتی ہے، اس کی care کرتی ہے، lookafter کرتی ہے، اتنا اس پر Investment کرتی ہے تو بچے کی محبت بھی اس کے دل میں آجاتی ہے، اتنی touchy (حساس اور مہربان) ہوتی ہے کہ اپنی تکلیف گوارا کرلیتی ہے؛ مگر بچے کی تکلیف اس سے گوارہ نہیں ہوتی، انسان تو انسان، جانوروں میں بھی ہم نے دیکھا کہ mother اپنی baby کے بارے میں کتنی possessive ہوتی ہے، protective ہوتی ہے۔اس کی بنیاد یہ ہے کہ ماں کی Investment ہوئی ہوتی ہے۔اگر کسی ماں کا بیٹا ہو،اس کو لے کر فوراً کسی اور کے حوالے کردیں تو آپ دیکھیں گے کہ ان دونوں میں درمیان آپس میں محبت کا رشتہ گہرا نہیں ہوگا۔اسی طرح جو لوگ دین کے اوپر جان و مال اور وقت لگاتے ہیں، ان کے دل میں دین کی عزت آجاتی ہے، محبت آجاتی ہے، قدر آجاتی ہے۔آج کے مرد لوگ بزنس پر اپنا وقت لگاتے ہیں، مال لگاتے ہیں، تو بزنس سے ان کو محبت ہو جاتی ہے۔اس لئے یہ ذہن میں رکھیں کہ جتنا ایک دوسرے کے لئے وقت دیں گے، قربانی دیں گے، ایک دوسرے کا خیال رکھیں گے، efforts کریں گے، اتنا یہ شادی کا رشتہ مضبوط ہوگا اور یہ محبت گہری سے زیادہ اور گہری ہوتی چلی جائے گی۔لہٰذا میاں بیوی ایک دوسرے کو own کریں، جہاں ایک دوسرے کی خاطر قربانیاں نہیں ہوتیں وہاں تعلق کمزور رہوتا ہے۔

چنانچہ ایک واقعہ ہے کہ زینب نام کی ایک لڑکی کی شادی ہوئی اور اس کو ساس ایسی ملی کہ اللہ کی پناہ! چھوٹی چھوٹی بات پہ تنقید کرنے والی سمجھانے والی اور بتانے والی تھی، میاں بیوی آپس میں بہت خوش تھے، مگر ساس ہر وقت کوئی نہ کوئی مشورہ دیتی تھی، کوئی پوائنٹ نکال لیتی تھی، جس سے اس بچی کا دل دکھتا تھا، اس کا دل تنگ ہوتا تھا؛ چنانچہ ایک سال جب گذرا تو وہ اس نتیجہ تک پہنچی کہ اس ساس کی موجودگی میں میری زندگی کبھی خوش نہیں گذر سکتی، اس کے دل میں ایک نفرت آگئی، دشمنی آگئی، عناد آگیا، یہ ایک آنکھ اپنی ساس کو نہیں دیکھنا چاہتی تھی، اس کا دل چاہتا تھا کہ زمین پھٹے اور یہ بوڑھی عورت اس کے اندر اتر جائے، اور میری جان اس سے چھوٹ جائے، ایک دن یہ ساس بیمار پڑی تو یہ لڑکی دوائی لینے کے لئے حکیم کے پاس گئی تو اس وقت اس کے دل میں شیطان نے یہ بات ڈالی کہ کیوں نہ حکیم صاحب سے میں کوئی ایسی دوائی لے لوں کہ

جس سے میری ساس مر ہی جائے اور میری جان چھوٹ جائے؛ چنانچہ اس نے رو دھو کر حکیم کو بتایا کہ میں بہت دکھی ہوں، میں بہت پریشان ہوں، آپ میری مدد کریں، مجھے کوئی دوائی ایسی دیں کہ میں ساس کو کھلاؤں اور میری جان چھوٹ جائے، حکیم سمجھدار تھا، اس نے کہا: بہت اچھا! میں تمہیں دوائی تو دے دیتا ہوں؛ لیکن ایک بات ذہن میں رکھنا کہ اگر ایسی دوائی دوں کہ فوری اثر کرے تو تمہارا نام لگ جائے گا، تمہارے اوپر لوگ شک کریں گے، تم اس کو قتل کرنے والی بن جاؤ گی، اس نے کہا ہاں بات تو ٹھیک ہے، تو حکیم نے کہا کہ میں ایسی دوائی دیتا ہوں کہ جو slow poison ہے، اس میں ایک سال لگے گا اور ایک سال میں یہ عورت اندر سے اتنی کمزور ہو جائے گی کہ مر ہی جائے گی، وہ بہت خوش ہوگئی، کہا آپ ایسی دوائی مجھے دے دیں، چنانچہ حکیم نے ایک دوائی دے دی اور کہا کہ اس کو وقتاً فوقتاً کھلاتی رہنا اور ایک سال کے عرصہ میں تمہاری جان چھوٹ جائے گی، دلہن سمجھتی تھی کہ اب میرا مسئلہ حل ہو گیا؛ مگر حکیم صاحب نے ایک مشورہ اور دیا کہ دیکھو چونکہ یہ کام تم خود کر رہی ہو تو دنیا آپ کو مجرم نہ سمجھے اس لئے اب کوشش کرو کہ اس بوڑھی کی خدمت زیادہ کرو، اس کے قریب ہو جاؤ، اس کو اپنا بنانے کی کوشش کرو؛ تاکہ دنیا والے یہ دیکھیں کہ تم تو اس کو بہت اہمیت دیتی تھیں، خدمت کرتی تھیں، اچھا وقت گذارتی تھیں، اس طرح تمہارے اوپر کوئی شک بھی نہیں کرے گا، اس کو یہ بات بھی اچھی لگی؛ چنانچہ یہ آئی اور اس نے اپنی ساس کو وہ دوائی دینی شروع کر دی؛ مگر ایک تبدیلی یہ آئی کہ اس نے ساس کو اب ذرا وقت زیادہ دینا شروع کیا، ان کا خیال رکھتی، ان کی بات مانتی، ان کا دل خوش کرنے کی کوشش کرتی، تاکہ ساس بھی کہے کہ اس نے مجھے بہت محبت دی اور خاوند بھی یہی سمجھے کہ میری بیوی نے تو اس کی خدمت کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی، وہ اچھا بننا چاہتی تھی، تاکہ قتل کا الزام اس کے سر پر نہ آئے، ایک سال اس نے خوب محنت کی اور اپنی ساس کی خدمت کر کے اپنے خاوند کو بھی خوش کیا، ساس کو بھی خوش کیا؛ لیکن جب ایک سال گذرنے کے قریب آیا تو وہ تنہائی میں بیٹھ کر سوچتی کہ اب میری ساس مر جائے گی، تو اب اس کے دل کو خوشی کے بجائے غم ہوتا؛ کیوں کہ اب قریب ہونے کی وجہ سے اس کے اندر اس کی محبت develop ہو چکی تھی؛ چنانچہ ایک سال کے بعد وہ روتی ہوئی پھر حکیم کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ پلیز! آپ مجھے اس زہر کا کوئی antidote (تریاق) دے دیں، میں نہیں چاہتی کہ میری ساس مرے، وہ تو میرے ساتھ بہت اچھی ہوگئی ہے، میں اس کو اتنا comfortable feel کرتی ہوں، میں نہیں چاہتی کہ وہ فوت ہو، جب اس نے یہ کہا تب حکیم صاحب نے بتایا کہ بہت

اچھا میں نے اس کو زہر نہیں دیا تھا، ایک عام دوائی دے دی تھی؛ تاکہ تمہارے دل کو تسلی رہے کہ زہر دی جارہی ہے؛ لیکن جو میں نے نصیحت کی تھی کہ ساس کی خدمت کرو، اس کو وقت دو، اس کی بات مانو، اصل تو یہ بنیاد تھی، پہلے تم نے Investment کوئی نہیں کی تھی، تو تمہیں اس کی بات بری لگتی تھی، وہ تمہیں سمجھاتی تھی تمہارے فائدے کی نیت سے؛ مگر تمہیں زہر چڑھتا تھا، اب جب تم نے اپنے آپ کو سمجھا کر ان کی خدمت کرنی شروع کردی تو اب تمہارے درمیان محبت پیدا ہوگئی، پریشان نہ ہونا، تمہاری ساس ابھی نہیں مرے گی، وہ اپنی طبعی زندگی گذارے گی۔ اب اس لڑکی کی آنکھوں سے پھر آنسو آ گئے؛ لیکن یہ غم کے آنسو نہیں تھے، یہ خوشی کے آنسو تھے۔

ذرا سوچئے کہ عورت اگر تھوڑا سا اپنے دل کو صبر دے اور پھر خدمت کرے، محبتیں تقسیم کرے، تو حالات خود بخود ٹھیک ہوجاتے ہیں، جو مخالف ہوتے ہیں وہ بھی موافق ہوجاتے ہیں، ساس پہلے بھی اچھا چاہتی تھی، سمجھاتی تھی؛ لیکن یہ sensitive بہت ہوگئی تھی، بات نہیں سننا چاہتی تھی، اب جب اس نے اس کی بات سننی شروع کردی تو ساس بھی بیٹیوں کی طرح اس سے محبت کرنے لگ گئی، چنانچہ اس لڑکی اور اس ساس کے درمیان محبت مثالی بن گئی، پتہ چلا کہ میاں بیوی کے درمیان جو محبت ہوتی ہے وہ بھی Investment ہوتی ہے، بیوی خاوند کے لئے اتنا ٹائم Investment کرے اور خاوند اپنی بیوی پر Investment کرے، تو یہ محبت مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی جائے گی۔

گذرے ہوئے وقت کا لحاظ رکھنا: دوسری بات اللہ تعالی نے فرمائی: ''رَحْمَةً '' اور تمہارے درمیان ہم نے رحمت کو رکھ دیا۔ دیکھئے جوانی میں میاں بیوی کی محبت میں ایک دوسرے کی جنسی ضرورت کا بھی عنصر شامل ہوتا ہے؛ چنانچہ اگر میاں بیوی جھگڑا بھی کریں، ناراض بھی ہوں، تو شام کو پھر دونوں اکٹھے ہوتے ہیں؛ کیونکہ خاوند کو بیوی کی ضرورت ہے، بیوی کو خاوند کی ضرورت؛ لیکن جب بڑھاپا آجاتا ہے تو اس وقت اس جنسی ضرورت کا پہلو نہ ہونے کے برابر ہوجاتا ہے، تو اس وقت اگر ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑا ہو، تو نفرتیں پکی ہوجاتی ہیں، اب شریعت کی خوبصورتی دیکھئے کہ اللہ رب العزت نے ایک دوسرا لفظ استعمال کیا کہ تمہارے درمیان مودت بھی رکھ دی اور رحمت بھی رکھ دی۔ رحمت کہتے ہیں کہ اب تم ایک دوسرے کے ساتھ جو زندگی کا اتنا عرصہ گذار چکے، اب اس کی قدردانی کرو اور اس کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ درگذر کا معاملہ کرو، Rahmah is to give without asking to return اس

کو رحمت کہتے ہیں یعنی جو آپ اپنی جوانی میں ایک دوسرے کے لئے Investment کر چکے ہیں، اس کو honour کریں، اس کا احساس کریں، خاوند یہ سوچے کہ جب یہ میرے پاس آئی تھی تو چھوٹی عمر تھی، خوبصورت تھی، اب اتنے بچوں کی ماں بن گئی، اب اس کی وہ صحت نہ رہی، وہ خوبصورتی نہ رہی، اس نے تو اپنی لائف ہی Invest کر دی، لہٰذا اب اس کی قدر ہونی چاہئے، بیوی بھی سوچے کہ خاوند نے مجھے سایہ دیا، مجھے گھر دیا، مجھے عزت دی، یہ میرے اتنے بچوں کا باپ ہے، اب اگر وہ بڑھاپے میں ذرا sensitive طبیعت کا مالک بن بھی گیا ہے تو کوئی بات نہیں، مجھے برداشت کرنا چاہئے۔

چنانچہ ایک آدمی جو دفتر کے اندر اچھی پوسٹ پر تھا، اس کے دفتر میں ایک لڑکی سکریٹری بنی، تھوڑے دنوں کے بعد وہ افسر صاحب اس لڑکی کے ساتھ برے تعلق کے اندر گرفتار ہو گئے، اب اس کے دماغ میں ہر وقت وہ لڑکی سمائی رہتی اور اس کا جی چاہتا کہ بس میں ابھی شادی کر لوں، لڑکی کی requirement یہ تھی کہ تم پہلی بیوی کو طلاق دو پھر میں شادی کروں گی؛ چنانچہ اس نے گھر میں آکر اپنی خوشیوں بھری شادی شدہ زندگی کو خود خراب کرنا شروع کر دیا، بیوی کے ساتھ برے طریقے سے بول رہا ہے، اس کو اگنور کر رہا ہے، اس کے کاموں میں دلچسپی نہیں لے رہا ہے، بچوں کے سامنے اس کو ڈانٹ ڈپٹ کر رہا ہے، اب بیوی پریشان کہ اس کو ہو کیا گیا، یہ تو اتنا اچھا خاوند تھا، اچانک کیا ہوا، یا میرے اندر تبدیلی آ گئی کہ آنکھیں ہی بدل گئیں؛ چنانچہ اپنی طرف سے تو اس نے خوش کرنے کی ہر ممکن کوشش کی؛ مگر یہ بندہ تو خوش ہونا ہی نہیں چاہتا تھا، اس کی نیت ہی بدل چکی تھی، یہ چاہتا تھا کہ میں اس کو طلاق دوں اور اس کے بدلے نئی چنچل خوبصورت لڑکی میری بیوی بن جائے؛ چنانچہ جب خوب گھر کے اندر فساد مچا تو ایک دن بیوی نے اس سے پوچھا کہ دیکھو ہماری زندگی کے ۲۵ سال اتنے اچھے گذرے، اب کیا مسئلہ بن گیا؟ تو اس نے کہا کہ اصل میں میں تمہیں طلاق دینا چاہتا ہوں اور دوسری شادی کرنا چاہتا ہوں، بیوی نے پوچھا کہ کیوں؟ اس نے کہا: اس لئے کہ وہ زیادہ خوبصورت ہے، کم عمر ہے، نوجوان ہے، میں خوشیاں چاہتا ہوں۔ اب بیوی نے سمجھانے کی کوشش تو بہت کی؛ مگر خاوند کے دماغ میں تو کچھ اور ہی شیطانیت بھری ہوئی تھی، اس نے کہا کہ دیکھو! مجھے تو طلاق دینی ہے اور تم سے جان چھڑانی ہے اور میں اپنی خوشی کی خاطر دوسری شادی کر کے ہی رہوں گا، جب بیوی نے یہ محسوس کر لیا کہ یہ بندہ اپنے دل میں ایک فیصلہ کر چکا ہے تو اس نے کہا کہ اچھا آپ کیا چاہتے ہیں؟ تو خاوند نے کہا کہ چونکہ میرے پاس تنخواہ بہت ہے، مال و دولت ہے، میں تمہیں یہ

گھر بھی دے دیتا ہوں اور میں تمہیں گاڑی بھی دے دیتا ہوں اور اتنا ماہانہ خرچہ بھی میں تمہارے لئے طے کر دیتا ہوں، تم بچوں کے ساتھ اس گھر میں رہو، ان کو پالو، البتہ مجھ سے طلاق لے لو؛ تاکہ میں دوسری شادی کر کے اس نئی بیوی کے ساتھ خوشیوں بھرا دن گذاروں۔ بیوی تھوڑی دیر خاموش رہی، پھر کہنے لگی کہ میری شرط یہ ہے کہ مجھے نہ تمہارا مکان چاہئے، نہ تمہاری گاڑی چاہئے، نہ مجھے تمہارا ماہانہ خرچہ چاہئے، اس نے کہا کہ پھر کیا چاہئے؟ اس نے کہا: میری شرط یہ ہے کہ تم مجھے محبت بھرا ایک مہینہ دے دو اور اس ایک مہینے میں اس طرح محبت سے رہو جیسے ہم اس وقت محبت سے رہتے تھے جب ہماری شادی ہوئی تھی، خاوند نے کہا کہ یہ تو بہت آسان کام ہے، ایک مہینہ اس کو محبتیں دو، پیار دو اور پھر جان بھی چھوٹ جائے گی، چنانچہ خاوند نے اس کے ساتھ یہ عہد کر لیا، اب چونکہ میاں بیوی میں عہد تھا، بیوی نے کہا کہ دیکھو جب شادی ہوئی تھی، میں دلہن تھی، آپ ایسے آتے تھے، ایسے بیٹھتے تھے، ایسے بات کرتے تھے، میں بھی آپ سے ایسے بات کرتی تھی؛ لہٰذا ہم کو یہ مہینہ اسی طرح گذارنا ہے، خاوند نے کہا کہ بہت اچھا؛ چنانچہ دونوں نے آپس میں خوب گرم جوشی کا اظہار کیا، محبتوں کا اظہار کیا، میل ملاپ کیا، باتیں کیں، اور جیسے ہنی مون کا وقت ہوتا ہے، دونوں نے اس طرح وقت فارغ کر لیا، اب جب کچھ دن گذرے تو خاوند نے یہ سوچا کہ یہ بیوی ۲۵ سال پہلے جب میرے پاس آئی تھی، اتنی خوبصورت تھی، اتنی اسمارٹ تھی، اتنی اچھی تھی، اب ۲۵ سال کے بعد یہ ۵ بچوں کی ماں بن گئی، اب صحت بھی اس کی کمزور ہوگئی، کچھ بینائی بھی کمزور ہوگئی، بلڈ پریشر کی مریضہ بھی بن گئی اور معدے کے ulcer کا بھی مسئلہ ہے، اب جب یہ بے چاری اکیلی رہے گی تو خاوند کے بغیر اس کی زندگی کیسی ہوگی؟ چونکہ دونوں آخری وقت گذار رہے تھے تو خاوند نے ایسا سوچنا شروع کر دیا، پہلے تو وہ اپنے خیالات کو جھٹک دیتا اور یہی سوچتا کہ نہیں، مجھے دوسری لڑکی سے شادی کرنی ہے؛ لیکن قریب رہنے سے محبتیں بڑھتی ہیں، اپنائیت ہوتی ہے، انسان کو احساس ہوتا ہے، کتنا بھی کوئی پتھر دل ہو اس کو بھی محسوس ہوتا ہے؛ چنانچہ ایک مہینہ جب قریب رہے تو آخری دن یہ بیوی expect کر رہی تھی کہ آج مجھے طلاق کا کاغذ مل جائے گا؛ لیکن آخری دن florist کی طرف سے پھولوں کا ایک گلدستہ آیا اور اس گلدستہ پر خاوند کی طرف سے یہ پیغام لکھا ہوا تھا کہ جس طرح میں نے یہ مہینہ محبت بھرا گذارا، میں زندگی کے باقی دن بھی اسی طرح محبت سے گذاروں گا، میں دوسری شادی نہیں کروں گا، یہ آپس میں ایک دوسرے ساتھ Investment ہوتی ہے، محبت ایک دوسرے کی خاطر قربانی دینے کا دوسرا نام ہے۔ اس لئے شریعت نے

مودت کا لفظ بھی استعمال کیا اور رحمت کا لفظ بھی استعمال کیا، کہ جب بچے جوان ہو جائیں تو اب میاں بیوی کو ایک دوسرے کے ساتھ نفرتوں کی زندگی نہیں گذارنی چاہئے؛ بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ احساس کے ساتھ رہنا چاہئے، محبتوں کے ساتھ رہنا چاہئے، اس لئے کہتے ہیں: you can give without loving but you cannot love without giving, کہ محبت ہوتی ہے تو انسان بڑھاپے میں return کے بغیر بھی دوسرے کو محبتیں دیتا جاتا ہے، یہ جو giving کی enjoyment ہے یہ کچھ اور ہوتی ہے، اس لئے بڑھاپے میں ایک دوسرے کی کوتاہیوں اور کمزوریوں سے درگذر کرنا اور برداشت کر لینا چاہئے۔ اس لئے کہتے ہیں کہ A good marriage is the union of two forgivers یعنی بیوی خاوند کی کوتاہیوں سے درگذر کرے، خاوند بیوی کی کوتاہیوں سے درگذر کرے۔

سکون کی جگہیں: پھر شریعت نے کہا ''لِتَسْكُنُوْا اِلَيْهَا'' تاکہ تم سکون پاؤ۔ اب یہ سکون جو ہے انسان کو تب ملتا ہے جب دونوں نیک بن کر ایک دوسرے کے ساتھ محبت بھری زندگی گذارتے ہیں۔ یہاں بعض مفسرین نے ایک عجیب نکتہ لکھا ہے، وہ کہتے ہیں کہ عربی زبان میں ہر حرف کے اوپر حرکت ہوتی ہے: ضمہ، فتحہ، کسرہ، ہم اردو میں کہہ دیتے ہیں زبر زیر اور پیش، اور جس پر کوئی حرکت نہ ہو تو کہتے ہیں کہ اس کے اوپر سکون ہے۔ اس کا مطلب یہ کہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ ایک بندھن میں بندھ گئے، اب ہم کسی غیر کے ساتھ کوئی حرکت نہیں کریں گے، جو ہماری زندگی کو خراب کرے؛ ہم ایک دوسرے کے لئے مخصوص ہو گئے ہیں، ہماری ایک دوسرے کے لئے booking ہو گئی ہے؛ اگر اس سکون کو اردو کا لفظ سمجھ لیں تو اردو میں کہتے ہیں: خوشی ہونا، کوئی پریشانی کا نہ ہونا، یہ سکون ہے، یعنی خاوند اتنا اچھا بنے کہ بیگم بے غم بن جائے، اور بیوی اتنی اچھی بنے کہ مرد اس کا ہمدرد بن جائے، دونوں کی زندگی بندگی بن جائے، اس کو سکون کہتے ہیں۔ اس لئے شریعت نے کہا کہ گھر میں سکون ملتا ہے، بیوی سے سکون ملتا ہے، رات میں سکون ملتا ہے: ''وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا'' بیوی کے بارے میں فرمایا: ''لِتَسْكُنُوْا اِلَيْهَا'' گھر کے بارے میں فرمایا: ''وَسَكَنْتُمْ فِيْ مَسَاكِنِكُمْ'' تو انسان اگر پرسکون زندگی گذارنا چاہتا ہے تو اپنے گھر میں اپنی بیوی کے ساتھ رات کا وقت گذارے، تب اسکی زندگی پرسکون گذر سکتی ہے۔

جو شادی شدہ لوگ سڑکوں اور چوراہوں پر سکون ڈھونڈتے پھرتے ہیں، وہ بے چارے قابلِ رحم

ہوتے ہیں، ان کو شیطان نے بہکایا ہوتا ہے، وہ دھوکہ کھائے ہوئے لوگ ہوتے ہیں، بھلا سڑکوں پہ سکون کہاں ملتا ہے؟ ہوس ملتی ہے، حسرت ملتی ہے، پریشانی ملتی ہے، اللہ کے یہاں ناکامی ملتی ہے، سکون ملتا ہے اس طریقے سے زندگی گذارنے میں جو طریقہ شریعت نے ہمیں سکھایا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید کی تعلیمات پر غور کریں تو شریعت نے کہا: ''هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ'' خاوند بیوی کا لباس ہے اور بیوی خاوند کے لئے لباس ہے۔ اب دیکھئے! یہ شریعت کی خوبصورتی ہے کہ ایک لفظ میں میاں بیوی کے تعلق کو واضح کر دیا۔ دنیا کے بڑے بڑے ادیبوں سے پوچھا گیا کہ میاں بیوی کے تعلق کو تم ذرا قلم کے ذریعے واضح کرو، تو کسی نے کہا کہ میاں بیوی زندگی کے دو ساتھی ہیں، کسی نے کہا: گاڑی کے دو پہیے ہیں، کسی نے کچھ کہا، کسی نے کچھ کہا؛ مگر جو ان کے درمیان صحیح تعلق تھا اس کو وہ فقروں میں بھی واضح نہ کر سکے۔ قران مجید کی خوبصورتی دیکھئے کہ ایک فقرہ نہیں، ایک لفظ کے اندر حقیقت کھول دی، خاوند کو بیوی کا لباس کہا، بیوی کو خاوند کا لباس کہا۔ نکتہ کیا ہے کہ جیسے لباس سے انسان کے عیوب چھپتے ہیں، اسی طرح خاوند کے عیوب بیوی کی وجہ سے چھپتے ہیں، بیوی کے عیوب خاوند کی وجہ سے چھپتے ہیں۔ پھر سردی گرمی میں انسان کپڑوں سے اپنا بچاؤ کرتا ہے؛ اسی طرح زندگی کی سردی گرمی میں بیوی خاوند کے ذریعے سے protection لیتی ہے، خاوند بیوی کے ذریعے سے protection لیتا ہے۔ پھر انسان کپڑے پہنتا ہے تو خوبصورت نظر آتا ہے، عورت کی تو بات ہی الگ نظر آتی ہے کہ اللہ نے اس میں بہت حیا رکھی ہوتی ہے، مرد ہی کو دیکھ لیں کہ اگر اس سے کوئی کہہ دے کہ ہم تمہیں بے لباس کر دیں گے تو مرد کا جی چاہتا ہے کہ زمین پھٹ جاتی اور میں اس میں اتر جا تا اس سے پہلے کہ میرا لباس کوئی جسم سے اتارے۔ تو لباس کے بغیر انسان دوسرے کے سامنے آنا گوارا نہیں کر تا، لباس سے اس کو زینت ملتی ہے۔ میاں بیوی بھی ایک دوسرے کا لباس ہیں، ایک دوسرے کی زینت ہیں۔

اور پھر ایک اور خوبصورت معنی مفسرین نے یہ بھی بیان کیا کہ انسان کے جسم سے سب سے زیادہ قریب اس کا لباس ہوتا ہے، لباس سے زیادہ قریب تو انسان کے اور کچھ بھی نہیں ہوتا، لباس جسم کے ساتھ چپکا ہوا ہوتا ہے۔ شریعت نے کہا کہ دیکھو جس طرح لباس تمہارے جسم کے قریب ہے اسی طرح شادی ہونے کے بعد میاں بیوی کے اتنا قریب اور بیوی خاوند کے اتنا قریب ہو جاتی ہے، دونوں لباس کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ اکٹھے ہیں، دونوں ایک ہیں۔ اس لئے کہتے ہیں Chains donot hold a marriage together it is threads which sew husband and wife

میاں بیوی ایک دوسرے کے ساتھ محبتوں بھری زندگی گذارتے together through years گذارتے سالوں گذارتے ہیں، تو سوئی دھاگے کے ٹانکے لگ جانے سے جیسے چیز جڑ جاتی ہے اس طرح میاں بیوی کے دل جڑ جاتے ہیں۔

شادی میں یہ کوتاہی کی جاتی ہے کہ خاوند چاہتا ہے کہ بس بیوی آئیڈیل ہو اور اپنی ذمہ داریاں پوری کرے، خود نہیں سوچتا کہ مجھے بھی تو آئیڈیل بننا چاہیے، مجھے بھی تو بیوی کی ضروریات پوری کرنی چاہئیں، تو یہ دوسرے سے expectation (امیدیں) رکھنا اور خود نہ کرنا یہ شادی کے failure (ناکامی) کا بڑا سبب ہوتا ہے، اس لئے کہتے ہیں Success in marriage doesnot merely come through finding the right mate but through being the right mate ہم شادی کے بعد اچھے ساتھی خود بنیں گے تو پھر دوسرا انسان بھی اچھا بن جائیگا۔ اس لئے میاں بیوی کو چاہئے کہ ایک دوسرے کے ساتھ محبت و پیار کی زندگی گذاریں۔

ہمارے حضرت مرشد عالمؒ فرمایا کرتے تھے کہ جہاں محبت موٹی ہوتی ہے وہاں عیوب پتلے ہو جاتے ہیں اور جہاں محبت پتلی ہوتی ہے وہاں عیوب موٹے ہو جاتے ہیں۔ جب محبت کمزور ہوتی ہے تو خاوند کو بیوی میں بہت کوتاہیاں نظر آتی ہیں اور بیوی کو خاوند میں بہت کوتاہیاں نظر آتی ہیں۔ اس لئے کوشش کریں کہ یہ محبت مضبوط ہو تاکہ کوتاہیاں نظر ہی نہ آئیں اور اس طرح انسان پیار کی زندگی گذارے۔

کہتے ہیں کہ ایک شخص تھا جس کا نام تھا مجنوں، ویسے تو قیس اس کا نام تھا، قیس کہتے ہیں عقلمند کو، یہ عقلمند نوجوان تھا؛ مگر یہ ایک لڑکی پر فریفتہ ہو گیا تھا، جس کا نام لیلیٰ تھا، اور ایسا دل دے بیٹھا کہ بے چارہ اپنے آپ سے ہی چلا گیا، ہر وقت لیلیٰ کا خیال، لیلیٰ کی سوچ، لیلیٰ کی باتیں؛ چنانچہ اس کے تذکرے لوگوں میں بہت مشہور ہو گئے۔ ایک حاکم وقت تھا، اس نے جب یہ سب اسٹوری سنی تو اس نے کہا کہ میں لیلیٰ کو بلا کے دیکھوں تو سہی کہ وہ کتنی خوبصورت ہے کہ ایک مرد اس کے اوپر اتنا عاشق ہو گیا، جب اس نے اس کو بلایا تو دیکھا کہ وہ تو عام average لڑکی کی طرح تھی، تو اس نے اس سے کہا کہ تو اتنی خوبصورت تو نہیں ہے، اس کو فارسی میں ایک شاعر نے یوں کہا کہ

گفت خامش چوں تو مجنوں نیستی از دیگر خوباں تو افزوں نیستی

کہ تو باقی نازنینوں سے زیادہ خوبصورت نہیں، تو لیلیٰ نے جواب دیا کہ خاموش رہو، یہ بات تم اس لئے کر

رہے ہو کہ تم مجنوں نہیں ہو، میرا حسن دیکھنے کے لئے مجنوں کی آنکھ چاہئے۔ تو بات تو اس نے بہت سچی کہی کہ مجنوں کی آنکھ سے دیکھو تو بیوی لیلیٰ نظر آئے گی، پھر بیوی مس یونیورس نظر آئیگی، پھر بیوی کائنات کی سب سے زیادہ خوبصورت حسین ہستی نظر آئیگی، آنکھ میں محبت ہونی چاہئے۔ اس لئے شریعت کہتی ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ محبت ہو تو پھر عیوب پتلے ہو جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ مجنوں کو اس کے باپ نے کہا: بیٹا! تیری وجہ سے میری بہت بدنامی ہو رہی ہے، چل میں تجھے حرم لے جاتا ہوں تو وہاں چل کے توبہ کر؛ تاکہ یہ سب بدنامیاں ختم ہو جائیں تو مجنون اپنے والد کے ساتھ حرم شریف گیا، غلاف کعبہ پکڑ کے باپ کے ساتھ کھڑا ہوا، اور مجنوں نے دعاء مانگنی شروع کی، والد نے تو یہ کہا تھا کہ دعاء مانگ اور لیلیٰ کی محبت سے ہمیشہ کے لئے جان چھڑا، تو مجنوں نے غلاف کعبہ پکڑ کر دعاء مانگی:

الٰھی!تبت مِن کلِ المعاصی   ولکن حب لیلیٰ لا أتوب

اے اللہ! میں ہر گناہ سے توبہ کرتا ہوں، مگر لیلیٰ کی محبت سے توبہ نہیں کرتا، اور ساتھ یہ بھی کہا کہ

الھی!لا تسلبنی حبھا أبداً   و یر حم اللہ عبداً قال أمینا

اے اللہ! اس کی محبت کبھی میرے دل سے نہ نکالنا اور جو بندہ اس دعا پر آمین کہہ دے اس بندے کے گناہ بھی معاف کر دینا۔

تو جب محبت ہوتی ہے تو انسان کی آنکھ کچھ اور دیکھتی ہے۔ شریعت نے ہمیں یہ کہا کہ میاں بیوی ایک دوسرے کو مجنوں اور لیلیٰ کی آنکھ سے دیکھیں تو غلطیاں اور کوتاہیاں نظر ہی نہیں آئیں گی اور ایک دوسرے کے ساتھ اچھی زندگی گذرے گی۔

اس لئے حدیث مبارک میں آتا ہے کہ اللہ رب العزت نے اماں حوا کو آدمؑ کی پسلیوں سے پیدا کیا۔ یہاں نکتہ کی بات یہ ہے کہ سر سے نہیں بنایا، کہ اس کو سر پہ نہ بٹھا لینا، اور پاؤں سے نہ بنایا، کہ اس کو پاؤں کی جوتی نہ سمجھ لینا، اللہ نے پسلی سے عورت کو بنایا؛ تاکہ یہ تمہارے دل کے قریب رہے اور تم اس کے ساتھ محبت بھری زندگی گذارو۔ اس لئے کہتے ہیں True love doesnot consist of holding hands it consists of holding the hearts together دل جڑتے ہیں تو گھر آباد ہو جاتے ہیں، جس طرح اینٹیں جڑتی ہیں تو مکان بن جاتے ہیں۔

شریعت نے ایک اور خوبصورت اصول بنایا: ''الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ'' کہ اللہ نے

گھر کے اندر مرد کو قوام بنایا ہے، امیر بنایا ہے۔ جس طرح ایک آفس ہو، جس میں چند بندے کام کرتے ہوں، تو ان میں ایک کو منیجر بنا دیتے ہیں۔ تو شریعت نے بھی مرد کو گھر کا منیجر بنا دیا اور بیوی کو کہا کہ تم اس کی ماتحت ہو، اس کی بات مان کر چلو گی تو تمہاری زندگی میں برکتیں ہونگی۔

آج ایک بڑی غلطی گھروں میں یہ بھی ہو رہی ہے کہ عورت چاہتی ہے کہ حکومت میری ہو، بات میری چلے، خاوند میری انگلیوں کے اشارے پہ ناچے۔ یہ ایک بہت بیوقوفی والی سوچ ہے، جس کو رب نے ذمہ دار بنایا تو برکتیں تو اب اسی کے ساتھ ہیں۔ اس لئے ایک دوسرے کے ساتھ arguments کرنا اور اپنی برتری ثابت کرنے کی کوشش کرنا کہ میرے فیصلے زیادہ بہتر ہوتے ہیں، میں زیادہ پڑھی لکھی ہوں، میں زیادہ اچھی ہوں، میرا I.Q level بہتر ہے، یہ سب بے وقوفی والی باتیں ہیں، بھائی! آپ سب کچھ ہو؛ مگر مرد آپ کا امیر ہے اور مامور کی کامیابی امیر کی اطاعت میں ہوتی ہے۔ اللہ تو یہ دیکھیں گے کہ تم نے خاوند کی فرمانبرداری کتنی کی۔ اس لئے کہتے ہیں: Life is short dont make it shorter by arguments کیا ضرورت ہے جھگڑوں میں پڑنے کی، پرسکون زندگی گذاریں۔

ایک واقعہ سن لیجئے، خالدؓ ایک صحابی ہیں، ان کی بیوی کا نام ہے رملہؓ، اور یہ رملہؓ حضرت زبیرؓ کی بیٹی تھیں، اور عبداللہ بن زبیرؓ کی بہن تھیں، اور اسماءؓ جو صدیق اکبرؓ کی بیٹی ہیں وہ رملہ کی والدہ تھیں۔ رملہؓ اور ان کے خاوند آپس میں اچھی زندگی گذار رہے تھے؛ مگر ان کے خاوند حضرت خالدؓ کو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے کوئی رنجش تھی، وہ کہتے تھے کہ ان کی طبیعت میں سختی زیادہ ہے، یہ دوسرے بندے کی بات کو وزن نہیں دیتے؛ چنانچہ ایک موقع پہ دونوں گھر میں اکٹھے تھے یعنی خالدؓ بھی تھے اور عبداللہ بن زبیرؓ بھی تھے، دونوں میں کچھ بات ہوئی تو خالدؓ نے کچھ غصے سے اپنے جذبات کا اظہار کر دیا، عبداللہ بن زبیرؓ نے جواب بھی دیا، گویا دو مردوں کے درمیان کچھ hot words جو تھے وہ exchange ہو گئے، رملہؓ خاموشی کے ساتھ ایک طرف بیٹھی رہیں، جب عبداللہ بن زبیرؓ چلے گئے تو ان کے خاوند خالدؓ نے بیوی سے کہا کہ میں (یعنی تمہارا شوہر) اور تمہارے بھائی آپس میں بحث کر رہے تھے اور تم آرام سے بیٹھی رہیں؟ کیا مسئلہ تھا؟ تو رملہؓ نے کہا: ہم عورتیں ہیں، اللہ نے ہمیں پھول بنایا ہے؛ تاکہ ہمارے خاوند ہماری خوشبو سے لذت اٹھائیں، ہمیں ان جھگڑوں میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ اتنا خوبصورت جواب دیا کہ خالدؓ اٹھے اور بیوی کے ماتھے کا بوسہ دیا اور ان کا غصہ ہی ختم ہو گیا۔ تو عورتوں کو ان جھگڑوں میں پڑنے کی ضرورت ہی نہیں

ہے، خاوند کا دل جیتیں، محبتوں بھری زندگی گذاریں اور اللہ کی مقبول بندی بن کر وقت گذاریں۔

قرآن مجید پر نظر دوڑائیے تو قرآن مجید نے ایک اور خوبصورت اصول بتایا کہ: ”عَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ“ کہ شوہرو! تم اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے سلوک کی زندگی گذارو۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ رب العزت نے خاوندوں سے بیویوں کی سفارش کی ہے، اور نبی علیہ السلام نے بھی سفارش فرمائی، حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب نبی علیہ السلام دنیا سے تشریف لے جانے لگے تو آخری بات آپ نے فرمائی: ”وماملکت أیمانکم“ کہ اپنے ماتحتوں کا خیال رکھنا۔ اور ماتحتوں میں بیوی کا سب سے پہلا نمبر ہوتا ہے، گویا بیوی کے لئے دو بڑی بڑی سفارشیں ہیں، ایک اللہ کی سفارش ہے اور دوسری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سفارش ہے، اب جس کے دل میں اللہ کی قدر ہے، نبی علیہ السلام کی قدر ہے وہ تو اس سفارش کا خیال رکھے گا، اور اس کی وجہ سے وہ اپنی بیوی کو بہت محبتیں دے گا، بہت پیار سے رکھے گا، ہر وقت کی ڈانٹ ڈپٹ، ہر وقت کی سختی، ہر وقت کی بے رخی کی باتیں، وہ کبھی بھی ایسا نہیں کرے گا؛ بلکہ وہ محبت و پیار سے رکھے گا، کہ میرے مالک نے بھی سفارش کی اور میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی سفارش کی، اور جو آپ کی سفارش کا لحاظ نہیں کرے گا کل قیامت کے دن وہ اللہ کی رحمت کا کوئی حصہ نہیں پا سکے گا کہ میرے بندے! تو نے دنیا میں میری سفارش کا لحاظ نہ کیا اب میں تمہارے ساتھ نرمی کا معاملہ کیوں کروں؟

حضرت تھانویؒ نے واقعہ لکھا ہے کہ ایک بندے کی بیوی سے بڑی غلطی ہوگئی، وہ چاہتا تو طلاق دے کر گھر بھیج دیتا؛ لیکن اس نے دیکھا کہ بیوی بہت زیادہ repent کر رہی ہے، معافی مانگ رہی ہے تو اس نے اس کو اللہ کے لئے معاف کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد اس خاوند کی وفات ہوگئی تو خواب میں کسی نے دیکھا تو پوچھا کیا ہوا؟ تو اس نے کہا کہ اللہ کے حضور پیشی ہوئی تو اللہ رب العزت نے فرمایا کہ تو نے اپنی بیوی کو میری بندی سمجھ کے معاف کیا تھا، آج میں تمہیں اپنا بندہ سمجھ کے معاف کر دیتا ہوں۔ لہٰذا ہم بھی ایک دوسرے کی غلطیوں سے درگذر کریں گے تو اس کے بدلے اللہ ہماری غلطیوں سے درگذر فرمائیں گے۔

کامیاب ازدواجی زندگی کے دو نکتے: کامیاب ازدواجی زندگی کے لئے دو نکتے کی باتیں اور سن لیں۔ ایک تو یہ کہ شادی کے بعد میاں بیوی کو اپنی ایک language ڈیولپ کر لینی چاہئے، اس کو کہتے ہیں: language of marriage (شادی کی زبان) ایک دوسرے کو محبت کی نظروں سے دیکھنا، مسکرا کے دیکھنا، پیار بھرے لفظ ایک دوسرے کو exchange کرنا، اشارے کرنا، یہ سب کے سب مل

ملا کر ایک language بنتی ہے، جس کو language of marriage کہتے ہیں۔ جس میاں بیوی کے درمیان یہ ڈیولپ نہیں ہوتی ان کی زندگی کبھی پر سکون نہیں گذرتی۔ تو ایک تو میاں بیوی marriage کی language کو ڈیولپ کریں، اشارے کنائے ہوں، میاں بیوی کے اشارے کنائے تو ایسے ہوتے ہیں کہ شاعر نے لکھ دیا کہ

میان عاشق ومعشوق رمزیست　　　کراماً کاتبیں را ہم خبر نیست

کہ میاں بیوی کے درمیان ایسے اشارے ہوتے ہیں کہ فرشتوں کو بھی پتہ نہیں چلتا، اور وہ میسج پاس آن کر جاتے ہیں۔ تو ایک تو اس لینگویج کا ڈیولپ ہونا ضروری ہے۔

دوسرا نکتہ: جیسے آپ مختلف مضمون اسکول میں پڑھتی ہیں، سائنس کا مضمون، کیمسٹری کا مضمون، فزکس کا مضمون، آج آپ کو ایک مضمون پڑھائیں جس کو کہتے ہیں arithmetic of marriage یعنی شادی کا یہ الجبرا ہے، اس الجبرے کا قانون یہ ہے One plus one is everything یعنی میاں بیوی دونوں اکٹھے ہیں تو سب کچھ ہے اور two minus one is nothing اور اگر دو ہیں مگر ایک کو الگ کر دیں تو کچھ نہیں بچتا، تو یہ arithmetic کا ضابطہ یاد کر لیں کہ One plus one is everything اور two minus one is nothing. تو لب لباب آج کی گفتگو کا یہ ہوا کہ اگر میاں بیوی چاہتے ہیں کہ وہ پر سکون ازدواجی زندگی گذاریں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں اللہ کے فرمانبردار بندے بن کر زندگی گذاریں۔

ایک اصول یاد رکھ لیں کہ جو خدا کا فرمانبردار نہیں وہ بندوں کا فرمانبردار کبھی نہیں بن سکتا، جو خدا کا وفادار نہیں وہ بندوں کا وفادار کبھی نہیں بن سکتا۔ اس لئے جو شوہر نیک نہیں ہوتے وہ بیویوں کے سامنے جھوٹ بولتے ہیں، سبز باغ دکھاتے ہیں، الٹے سیدھے بہانے بناتے ہیں، ان کو اندھیرے میں رکھتے ہیں، اور قسمیں کھانے کے باوجود کہیں نہ کہیں involvement کی زندگی گذار رہے ہوتے ہیں۔ اور جو بیویاں نیک نہیں ہوتیں وہ خاوند کی ناک کے نیچے دیا جلا رہی ہوتی ہیں، خاوند کے پاس رہتے ہوئے اس سے منافقت کر رہی ہوتی ہیں۔ اس لئے اصل چیز یہ ہے کہ ہم اللہ کے بندے بنیں گے تو ایک دوسرے کے ساتھ بھی ہم پر سکون زندگی گذار سکیں گے۔ لہٰذا ازدواجی زندگی گذارنے کے لئے دونوں نیک بن جائیں تو محبتیں گہری ہو جاتی ہیں۔

شریعت نے یہ بھی کہا کہ:''الطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبَاتِ'' عورتیں اس چیز کو سمجھنے کی کوشش کریں کہ نیکی کے اندر مقناطیسیت ہوتی ہے، جس طرح مقناطیس مضبوط ہوتو لوہے کے ٹکڑے کو کھینچ کے چپکا لیتا ہے، اسی طرح عورت کے اندر اگر نیکی ہوگی تو خاوند کو کھینچ کے وہ چپکا لے گی، مقناطیس بن جائے گی، اس لئے انگریزی کے دولفظ ہیں''no'' اس کا مطلب ہوتا ہے:''نہیں'' اور ایک ہے''Know'' اس کا مطلب ہوتا ہے:''جاننا'' تو اصول یاد رکھیں کہ No Allah no peace جن کی زندگی میں اللہ کا تصور نہیں وہ من مرضی کرتے ہیں، نفس کی زندگی گذارتے ہیں، ان کی زندگی میں no peace امن آہی نہیں سکتا.Know Allah اللہ کو جانو گے تو you will know peace پھر تمہیں اللہ تعالی امن کی زندگی بھی عطا فرمادیں گے۔ پتہ چلا کہ نیکی پہ اگر میاں بیوی متفق ہوجائیں تو زندگی پرسکون گذرتی ہے۔عورتوں کو چاہئے کہ خود بھی نیک بنیں، گھر کے ماحول کو بھی نیکی والا بنائیں، اپنے میاں کو بھی نیکی کی طرف کھینچ لیں، جتنا وہ اللہ کے قریب ہوتا جائے گا اتنا ہی اپنی بیوی کو بھی دل کے قریب کرتا چلا جائے گا۔اس لئے کہنے والے نے کہا کہ پیشانی بغیر جھومر کے بھی اچھی لگ سکتی ہے اگر اس پر سجدوں کے نشان ہوں، آنکھیں بغیر سرمے کے خوبصورت لگ سکتی ہیں اگر ان میں حیاء ہو، پلکیں بغیر مسکارے کے اچھی لگ سکتی ہیں اگر شرم سے جھکی ہوئی ہوں اور قد بغیر اونچی ایڑی والی جوتی کے بھی اونچا ہوسکتا ہے اگر انسان کی شخصیت میں بلندی ہو۔لہٰذا اپنی شخصیت میں بلندی پیدا کریں، اپنے اخلاق وکردار کے اندر عظمت پیدا کریں، یہ اصل حسن ہے جو پوری زندگی انسان کے پاس رہتا ہے، میں بات کو ختم کرتا ہوں ایک شاعر کے اشعار پر، کیا اچھے شعر اس نے کہے:

اگر تم حسن چاہو تو میرے چہرے پہ مت جاؤ — کہ چہرے بجھ بھی جاتے ہیں
میری قامت کومت دیکھو — کہ قامت ٹوٹ جاتی ہے
طلب ہے حسن کی تو پھر — میری گہرائی میں جھانکو
میرے اندر جو انساں ہے — وہ سب سے خوبصورت ہے

کہ جو اندر کا انسان ہے یہ خوبصورت بن جاتا ہے تو پھر انسان آپس میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ محبتوں بھری زندگی گذارتا ہے اور اللہ کا بھی مقبول بندہ بن جاتا ہے۔

وَآخرُ دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین

مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی

ترتیب وپیشکش: محمد اختر معروفی

حج: اللہ کے خوف اور محبت کی تکمیل کا ذریعہ

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علی عبادہ الذین اصطفیٰ، امابعد
اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴿۲۷﴾ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ ۔ وقال تعالیٰ: وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ وقال رسول اللہ ﷺ: من حج للہ فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدتہ امہ او کما قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون، وسلامٌ علی المرسلین، والحمد للہ رب العٰلمین

اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی اٰل سیدنا محمد وبارک وسلم
اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی اٰل سیدنا محمد وبارک وسلم
اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی اٰل سیدنا محمد وبارک وسلم

خوف ومحبت: انسان کے دوفطری جذبے

ہر انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے دوفطری جذبے رکھے ہیں: ایک جذبہ ہے خوف کا، ادب کا، اور کسی کی مار، کسی کے غصے اور کسی کی سزا سے بچنے کے اہتمام کا، اور دوسرا ایک فطری جذبہ ہے محبت کا، عشق کا، ناز کا، اور شعور جمال کا، ایک احساس وہ جس سے دل کے اندر ایک خوف کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ چوکنا رہنا، ہوشیار وبیدار رہنا، محتاط رہنا، قدم سنبھال سنبھال کے رکھنا، زبان سنبھال سنبھال کے استعمال کرنا، یہ ساری چیزیں بندے کے اندر اس عظمت اور خوف سے پیدا ہوتی ہیں۔ بچہ کسی نہ کسی سے بچپن سے ہی

ڈرتا ہے، اور عجیب بات ہے کہ بچے کے دل میں اکثر باپ کا ڈر زیادہ ہوتا ہے، اور محبت کے دل میں ماں سے زیادہ ہوتی ہے؛ لیکن ہر بچے کے اندر یہ دونوں چیزیں بالکل فطری طور پر ہوتی ہیں۔

شریعت کے احکام کا، خاص کر عبادات کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ خوف اور محبت کے ان دونوں جذبوں کا رخ سب سے زیادہ اللہ کی طرف ہو جائے۔

نماز کا مقصد:

نماز پر اگر آپ غور کریں تو آپ کو صاف نظر آئے گا کہ اللہ کے خوف اور ادب کو دل پر غالب کر دینا اس کا اصل مقصد ہے۔ نماز پر اللہ تعالیٰ کی شانِ جلالی کے استحضار کا غلبہ ہے۔ چنانچہ اس کی جو ہیئت ہے وہ خود بتا رہی ہے، ایک غلام کی طرح ہاتھ بندھوا کر بندے کو کھڑا کر دیا گیا، جیسے کوئی اپنے بادشاہ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے یا حاکم کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو دائیں بائیں نہیں دیکھتا، کسی اور کی طرف متوجہ بھی نہیں ہوتا، کسی اور سے بات بھی نہیں کرتا کہ یہ بڑی بے ادبی ہے، چنانچہ نماز میں آنکھ ادھر ادھر نہیں کر سکتے، بول نہیں سکتے، زمزم بھی نہیں پی سکتے، بے ترتیب کپڑے پہن کر آدمی نماز کو کھڑا ہو جائے تو ناپسندیدہ، پھر بندہ اپنے مالک کے سامنے جھک جاتا ہے، پھر اس کے دل میں اللہ کی عظمت کا استحضار اور بڑھا تو وہ اپنے مالک کے قدموں پر گر پڑا، الغرض اول سے آخر تک نماز میں اللہ تعالیٰ کی شان جلالی کے استحضار کا غلبہ ہے، ارشاد فرمایا: ''قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ. الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ'' ''خشوع'' دل کی اسی کیفیت کو کہتے ہیں کہ جس میں خوف کی کیفیت ہو، بندہ کا لرزنا، ڈرنا، کانپنا، یہ جو اندر کی کیفیت ہے اس کو خشوع کہتے ہیں۔ تو نماز کا جو اصل جوہر ہے وہ ہے ہمارے اندر اللہ کے خوف کو بڑھانا، ڈر کو بڑھانا، نماز میں خوف کی کیفیت غالب ہونی چاہئے اور نماز سے ہمارے دلوں میں خوف کی کیفیت بڑھنی چاہئے۔ جب نماز میں یہ کیفیت ہوگی تو یہ نماز گناہوں سے بچائے گی، اسی لئے کہا گیا ہے: ''إِنَّ الصَّلاةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَر''۔ اور اس بات کی دلیل کہ گناہوں سے بچنے کے لئے خوف ضروری ہے اللہ کے رسول کی یہ دعا ہے: ''اللّٰھم اقْسِم لی مِن خشیتِک ماتحول بہ بینی و بین معاصیک'' اے اللہ! مجھ کو اپنا اتنا خوف دے دے کہ جس کے سہارے میں آپ کے گناہوں سے بچ جاؤں۔ تو پتہ چلا کہ گناہوں سے جو چیز بچاتی ہے وہ اللہ کا خوف اور ڈر ہے۔

زکوٰۃ کا مقصد

زکوٰۃ پر بھی دراصل اللہ تعالیٰ کی حاکمانہ شان کا غلبہ ہے۔ بندہ یہ سمجھنے لگتا ہے کہ یہ مال میں نے بڑی محنت سے کمایا ہے، یہ میرا مال ہے، اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اس مال میں سے اتنا نکالو اور فلاں جگہ پہنچاؤ، اب وہی بندہ اس مال کو فلاں جگہ پہنچائے گا جس کے دل میں اس بات کا ڈر ہوگا کہ میں ڈاکیہ ہوں، اگر میں نے نہیں پہنچایا تو وہ مجھے سخت سزا دے گا؛ کیونکہ یہ میرا مال نہیں ہے، یہ تو کسی اور کا ہے، اس کو جس طرح استعمال کرنے کا حکم میرا مالک دے گا میں اسی طرح استعمال کرسکتا ہوں۔

روزہ کا مقصد:

روزہ پر اللہ تعالیٰ کی شان جمالی کے استحضار کا رنگ غالب ہے۔ جب کوئی کسی کی یاد میں ڈوب جاتا ہے اور عشق ومحبت کی کیفیت آتی ہے، اس میں مزہ آنے لگتا ہے تو آدمی اس کی یاد میں اور اس کے تصور اور عشق میں بھوکا پیاسا رہتا ہے، اپنے محبوب کی یاد میں وہ سب کچھ چھوڑنے کے لئے تیار ہوجاتا ہے۔ شوہر اور بیوی کے درمیان بہت محبت ہوتی ہے، روزہ یہ سکھاتا ہے کہ بیوی کی جو محبت تمہارے دل کے اندر زیادہ ہے اس سے زیادہ میری محبت اپنے دل کے اندر پیدا کرو؛ جس کی ترکیب یہ ہے کہ صبح سے شام تک اس محبت کو دبائے رکھو اور میری محبت کو غالب رکھو؛ یہاں تک کہ رمضان کے آخری عشرہ میں بندہ کے دل میں محبت کا جذبہ بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ وہ جو رات میں بیوی سے ملنے کی آزادی تھی اور اس محبت کے تقاضوں کو پورا کرنے کی آزادی تھی وہ بھی مضمحل ہوجاتا ہے، گویا یہ کہتا ہے کہ اللہ! اب میں رات میں بھی آپ ہی سے محبت کی باتیں کروں گا، کسی اور سے نہیں کروں گا، گویا وہ زبانِ حال سے اپنے اللہ سے کہتا ہے:

ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی اب تو آجا، اب تو خلوت ہوگئی

پھر جب روزے اور رمضان کا موسم پورا ہوا اور بندے نے رمضان کو ٹھیک سے گذار لیا اور اعتکاف بھی کرلیا تو اب اس کے دل میں محبت کی آگ اور زیادہ بھڑک اٹھی، اب اس کو محبوب سے ملے بغیر چین نہیں ہے؛ چنانچہ اِدھر شوال کا چاند نکلا اور اُدھر موسمِ حج یعنی موسم عشق ومحبت شروع ہوا، اور دنیا کے عاشقوں کو عاشقوں کے سردار نے پکارا: ''وَأَذِّن فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ '' آؤ اپنے محبوب حقیقی کے پاس۔

حج کا پہلا مقصد: اللہ کے خوف کی تکمیل

یہ جو حج کا عمل ہے، اس کے اندر دونوں رنگ اپنے اپنے نقطۂ عروج پر ہیں، خوف والا رنگ بھی اور عشق ومحبت والا رنگ بھی، بندہ اپنے دل میں خوف کے جذبہ کو نقطۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے جب حج کے سفر پر نکلتا ہے اور حج کے اس پہلو کا قدم قدم پر دھیان رکھتا ہے تو وہ اتنا خوف اس دربار سے لے کر واپس آتا ہے کہ آئندہ وہ ان گناہوں کو نہیں دہراتا جن گناہوں کو لے کر وہ وہاں گیا تھا؛ پھر وہ ان گناہوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

حج میں موت اور موت کے بعد کے حالات کی یاددہانی

ہم آپ جانتے ہیں کہ اپنے دل میں اللہ کے خوف کو بڑھانے کے لئے اپنی موت اور موت کے بعد آنے والے حالات کا استحضار سب سے زیادہ مفید ہوتا ہے —— اب ذرا حج پر غور کریں، حج بھی دراصل ایک موقع ہے موت اور مابعد الموت کے حالات کے استحضار، بلکہ مرنے سے پہلے مرنے کے بعد کے حالات سے گذرنے کی عملی مشق کا ''موتوا قبل أن تموتوا''؛ چنانچہ مرنے کے بعد سب سے پہلا عمل یہ ہوتا ہے کہ کپڑے اتارے جاتے ہیں، غسل دیا جاتا ہے اور دو چادروں میں اس کو لپیٹ دیا جاتا ہے۔ حج کے لئے جانے والے کا سب سے پہلا عمل یہ ہوتا ہے کہ اس سے کہا جاتا ہے کہ غسل کرو۔ اب نہاتے وقت اللہ کرے اس حاجی کو یہ یاد رہے کہ یہ غسلِ میت کے قائم مقام ہے، آج میں خود نہا رہا ہوں، ایک دن وہ آئے گا جس دن کہ میں نہاؤں گا نہیں، مجھے نہلایا جائے گا۔

جب حاجی اپنے کپڑے اتار کر احرام کی دو چادریں اپنے اوپر لپیٹے تو اللہ کرے کہ اس وقت یاد رہے کہ آج میں اپنے کپڑے خود بدل رہا ہوں، آج یہ چادریں اپنے اوپر خود لپیٹ رہا ہوں، ایک دن وہ آئے گا جس دن کہ میرے کپڑے اتارے جائیں گے اور مجھے چادریں لپیٹ دی جائیں گی۔

اس کے بعد حاجی اعزہ اور اقرباء اور دوست واحباب سے رخصت ہوتا ہے، رخصت ہوتے وقت وہ یاد کرے کہ ایک دن آئے گا جس دن کہ میں اپنے بیوی بچوں، اعزہ، اقرباء اور دوستوں سے رخصت ہو کر اللہ کے حضور میں حاضر ہوں گا۔ جس طرح کچھ اعزہ تو وہ ہوں گے جو موت کے بعد گھر سے ہی ہمیں رخصت کر دیں گے، اسی طرح کچھ اعزہ تو وہ ہوتے ہیں جو حاجی کو گھر سے ہی رخصت کر دیں گے، لیکن کچھ لوگ وہ ہوتے ہیں جو اسٹیشن تک، ہوائی اڈے تک پہنچانے کے لئے جاتے ہیں، گویا میت کو قبرستان تک

رخصت کررہے ہیں، مرنے والا قبرستان میں اکیلا ہی جائے گا، حج کو جانے والا تو اکیلا ہی جائے گا۔ اور جیسے جیسے حاجی کی سواری اس کے شہر سے دور ہوکر جدہ کی طرف آگے بڑھتی ہے، وہ حاجی دھیرے دھیرے اپنے رشتہ داروں سے دور ہورہا ہے، اور اپنے مالک کے دربار سے قریب ہورہا ہے۔ اللہ کرے کہ اس وقت حاجی کو یاد ہو کہ ایک دن وہ ہوگا جس دن کہ جنازہ میں لوگ مجھ کو لے کر چلیں گے تو دھیرے دھیرے میں اپنے گھر سے دور ہورہا ہوں گا اور اپنے مالک کے سامنے حاضری سے قریب ہورہا ہوں گا۔

جیسے حج کے سفر میں آدمی کے ساتھ کچھ ساتھی وہ ہوتے ہیں جن سے ان کو بڑی راحت پہنچتی ہے، کچھ رفقاء وہ ہوتے ہیں جن سے ان کو بہت آرام ملتا ہے، اور کچھ رفقاء ایسے ہوتے ہیں جو بات بات پر غصہ ہوتے ہیں اور بات بات پر لڑتے جھگڑتے ہیں۔ اسی طرح وہ حاجی سوچے کہ جس دن میں مروں گا اگر میرے ساتھ کچھ نیک اعمال ہوں گے تو وہ نیک اعمال حج کے ان اچھے رفقاء کی طرح میرے لئے بڑی راحت کا سبب ہوں گے، اس کے برعکس میرے گناہ ان رفقائے سفر کی طرح ہوں گے جن کی وجہ سے مجھ کو بہت تکلیف پہنچے گی۔

جو لوگ حج کے لئے جانے سے پہلے موت اور مابعد الموت کے مراقبے اور اس کی یاد کی مشق کرکے جاتے ہیں ان کو حج کے سفر کی ہر منزل کو آخرت کی ہر منزل سے ملتا جلتا دیکھنے اور سوچنے کی توفیق ملتی ہے۔

جب حاجی جدہ اتر کر مکہ کی طرف چلتا ہے تو اس کے دل میں خوف اور امید دونوں کی ایک ملی جلی کیفیت پیدا ہوتی ہے، شاید اسی طرح جب بندے اپنی قبر سے اٹھا کر آخرت کے میدان میں اللہ کے دربار میں بھیجے جائیں گے تو پتہ نہیں اس وقت دلوں پر کیا کیفیت ہوگی، کبھی ڈر لگے گا کہ اب وہاں کیا ہوگا اور شاید کبھی رحمت کی امید بھی بندہ کو ہونے لگے کہ میرا مولیٰ بہت کریم ہے، شاید آج معاف کردے، یہاں بھی دربار میں حاضری اور وہاں بھی دربار میں حاضری۔

جب بندہ بیت اللہ پر پہنچ جاتا ہے تو اسے ایک اور حاضری یاد آنے لگتی ہے اور وہ کہنے لگتا ہے کہ مولیٰ! آج میں تیرے گھر پر آیا ہوں، کل قیامت میں میری تیرے سامنے پیشی ہوگی، میرے اللہ! اس وقت میرا کیا ہوگا۔ آج تو طواف کرنے والوں کے بیچ میں چھپا ہوا ہوں، یہاں تو سارے فاسق وفاجر اور اللہ والے ایک ساتھ کھڑے ہیں، آج تو سب ایک ہی لباس میں ہیں وہاں میرا لباس تو الگ ہوگا، آج سب احرام کی چادریں اوڑھے ہوئے ہیں، آج تو میں بھی وہی احرام کی چادر اوڑھے ہوا ہوں، میں بھی لبیک لبیک

پڑھ رہا ہوں۔ مگر وہاں؟ وہاں تو اعلان ہوگا: ''وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ'' او دنیا کے مجرمو! الگ ہو جاؤ میرے نیک لوگوں سے، بہت دنیا میں ملے جلے رہے، مسجد میں اکٹھا، مجلس میں اکٹھا، جماعتوں میں اکٹھا، خانقاہوں میں اکٹھا، رمضان میں اکٹھا، شب قدر میں اکٹھا، طواف میں بھی ایک ساتھ، منی میں بھی ایک ساتھ، عرفات میں بھی ایک ساتھ، ہر جگہ ایک ساتھ، اللہ کہے گا یہاں میں تم کو اکٹھا نہیں رہنے دوں گا، یہاں تمہاری جگہ الگ ہے۔

اللہ تعالیٰ حج میں بھی اس کا تھوڑا سا منظر دکھاتا ہے، آدمی خوشامد کرتا ہے، اپنے ایجنٹ سے کہتا ہے، اپنے ٹور کے لیڈر سے کہتا ہے کہ میرا ایک بڑا عزیز دوست فلاں معلم کے پاس چلا گیا، ذرا ہم دونوں کو اکٹھا کر دیجئے، وہ کہتا ہے: نہیں بھائی یہ تو تقسیم بہت اوپر کی ہے، جو جس معلم کے یہاں چلا گیا وہ اسی کے یہاں حج کرے گا۔ یہ ایک ہلکی سی جھلک ہے۔

حاجی صفا اور مروہ کے درمیان دوڑ رہا ہے، اِدھر دوڑتا جاتا ہے، اُدھر جاتا ہے، یہ کیا ہے؟ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ نے لکھا ہے: یہ عاجز تو جب کبھی صفا اور مروہ کے درمیان دوڑتا ہے تو اس کو میدان حشر میں گنہگاروں کی دوڑ یاد آتی ہے، لوگ بھاگ رہے ہوں گے ادھر سے ادھر، ادھر سے ادھر۔

پھر بندہ میدان عرفات میں پہنچا، میدان عرفات نمونہ ہے میدان حشر کا، سارے حجاج ایک میدان میں جمع ہیں، ایک رب سے معافی مانگنے کے لئے آئے ہیں، ایک دن آئے گا کہ سارے انسان ایک میدان میں جمع ہوں گے، اس دن معافی مانگنے کی بھی اجازت نہیں ہوگی، موقع ختم ہو چکا ہوگا۔ جب حاجی میدان عرفات پہنچے تو اللہ کرے کہ اس کو میدان حشر کی یاد آجائے کہ اسی میدان عرفات میں اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں اپنے سارے بندوں کی روحوں سے ایک عہد لیا تھا: ''أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ'' کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ اسی میدان عرفات میں یہ واقعہ پیش آیا تھا، اللہ تعالیٰ حج کے عنوان پر بندے اور بندیوں کو اسی میدان عرفات میں جمع ہو کر اس عہد کی خلاف ورزی کی معافی مانگنے کا موقع دیتے ہیں، کہ میرے اللہ آپ سے یہی عہد کیا تھا؛ لیکن اے اللہ! ہم کو اعتراف ہے کہ ہم اس عہد کو نبھا نہ سکے، آپ نے کرم کر دیا کہ اسی جگہ پہنچا دیا، وہیں پہنچ کر معافی مانگنے آئے ہیں، اللہ تعالیٰ کہے گا: اس مبارک دن کی برکت سے جس دن میں نے تم سے عہد لیا تھا یہاں پہنچ کر معافی مانگنے والوں کو میں ضرور معاف کر دوں گا۔

منی اور عرفات میں ایک منظر دیکھنے کو ملتا ہے، حاجیوں کے قافلے جارہے ہیں، ایک گروپ کا لیڈر ہے، ایک قافلہ کا کوئی امیر ہے، وہ جھنڈا لئے ہوئے ہے، کوئی چھتری اونچی کئے ہوئے ہے، کوئی پہچان بنائے ہوئے ہے، اور ڈرے سہمے بوڑھے لوگ اور ڈری سہمی عورتیں ایک دوسرے کو پکڑی ہوئی رہتی ہیں کہ کہیں قافلہ سے جدا نہ ہوجائیں، کہیں الگ نہ ہوجائیں۔ یہ منظر قیامت کے میدان میں بھی ہوگا، ہر امت بلائی جائے گی اپنے امام، اپنے نبی اور اپنے رہبر کے پیچھے چل کر، جس نے یہاں اللہ والوں کو پکڑ کر چلا ہوگا وہ وہاں اللہ والوں کے گروپ میں ہوگا اور جس نے یہاں شیطان اور نفس وشہوت کی پرستی کی ہوگی وہاں وہ شیطانوں کے پیچھے چل رہا ہوگا۔

اے اللہ! ہمیں اپنے کسی خوف والے بندے کے پیچھے پیچھے چلنے والا بنادیجئے، بہت دن ہوگئے بے خوفوں کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے، ہم نے دیکھا ہی نہیں اللہ کے خوف والے بندوں کو، خوف والا بندہ کیسا ہوتا تھا؟ امام ابوحنیفہؒ نے عشاء کی نماز پڑھی، امام نے نماز عشاء میں ''إِذَا زُلْزِلَتِ الأَرْضُ زِلْزَالَهَا۔ وَأَخْرَجَتِ الأَرْضُ أَثْقَالَهَا۔ وَقَالَ الإِنسَانُ مَا لَهَا'' پڑھی، لوگ تو نماز عشاء کے بعد سنتوں، نفلوں اور وتر سے فارغ ہوکر اپنے گھروں میں چلے گئے، مسجد میں اکیلے امام ابوحنیفہؒ کھڑے رہ گئے اور جہاں کھڑے تھے وہیں کھڑے رہے اور اپنی داڑھی کو پکڑ پکڑ کے پوری رات روتے رہے کہ نعمان! تونے اس دن کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ نعمان تونے اس دن کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ یہ ہے وہ شخص جس کے دل میں خوف ہوتا ہے۔ کوئی ایک رات تو ہماری زندگی میں خوف سے گذر جائے، کوئی ایک رات تو ہم جاگیں، بخار کی وجہ سے بہت راتیں ہم جاگ چکے، پیٹ میں درد کی وجہ سے بہت سی راتیں جاگ چکے، بیوی کی تکلیف کی وجہ سے بہت سی راتیں جاگ چکے، کبھی اپنی پکڑ کے ڈر کی وجہ سے تو کوئی ایک رات جاگ لیں۔

بہر حال حج کا سفر، موت اور موت کے بعد کے حالات کو اپنے اوپر طاری کرکے اپنے دل میں اللہ کی خشیت پیدا کرنے کا ایک بہت اہم ذریعہ ہے، اس لئے جو بندہ حج سے پہلے عام زندگی میں موت کے بعد کے حالات کو یاد رکھے گا، امید ہے کہ انشاء اللہ وہ جیسے ہی غسل کرنا شروع کرے گا، احرام باندھنا شروع کرے گا، جیسے ہی وہ لبیک پڑھنا شروع کرے گا اور جیسے ہی وہ سواری میں بیٹھ کر چلے گا ویسے ہی اس کو اپنی موت، اپنا جنازہ، اپنا کفن اور قبرستان کی طرف کا سفر اور اللہ کے سامنے حاضری، مرحلہ وار یہ سب یاد آنا

شروع ہو جائے گا۔اور جس کو حج میں خوف کی ایسی کیفیت نصیب ہوگئی انشاء اللہ وہ حج میں کوئی گناہ نہیں کرے گا، کوئی حکم عدولی اور نافرمانی نہیں کرے گا، اور جو پورے حج میں ایک بھی گناہ کئے بغیر واپس آ گیا، وہ وہ شخص ہوگا جو اس طرح دھل دھلا کر آئے گا جس طرح ماں کے پیٹ سے آج ہی پیدا ہوا تھا، شرط یہ ہے کہ پورے سفر حج میں ایک بھی گناہ نہ ہو۔سنا ہے اور جاننے والوں سے سنا ہے کہ وہاں کا گناہ ٹھپہ لگوا دیتا ہے کہ تم نے اگر یہاں بھی گناہ نہ نہیں چھوڑا تو اب میں تم کو مستقل گنہگار لکھ کر واپس بھیجوں گا، اب تم سے وہاں بھی یہ گناہ نہیں چھوٹے گا۔

حج کا دوسرا مقصد: جذبۂ عشق و محبت کی تکمیل

ایک دوسرا جذبہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایک انسان کے اندر بچپن سے فطری طور پر کوٹ کوٹ کر رکھ دیا، وہ جذبہ محبت اور عشق کا ہے۔

اور حج کا دوسرا بنیادی مقصد اس فطری جذبۂ محبت کو بھی اس کے صحیح مرکز سے وابستہ کرنا ہے۔ چنانچہ جب بندے نے رمضان کے اندر اپنے دل میں اللہ کی محبت کا چراغ روشن کیا، اس کو پہلے خواہشات پوری کر کے مزہ ملتا تھا، پھر اس کو مزہ ملا خواہشات کے ترک سے، اور اس کی وجہ سے اس کے دل میں محبوب کی محبت، جس کی چنگاری تھوڑی سی دب گئی تھی، اس کو ایک نئی ہوا ملی اور وہ بھڑک اٹھی، اب جب بھڑکی تو آدمی بےچین ہو گیا، اس نے کہا کہ اب میں اپنے گھر پہ نہیں رہوں گا، اب میں جا رہا ہوں اپنے محبوب کے در پر، اب دن وہیں رات وہیں، وہیں اللہ کو یاد کروں گا، اس بندے نے اعتکاف کیا، اب جب اعتکاف کیا تو ان دس دن اور دس راتوں میں اس کی بےچینی اور بڑھ گئی، اب یہ اپنی زبان حال سے کہنے لگا ؎

نیا رنگ لائی میری بے کسی چھٹا دیس جنگل کی دھن ہوگئی

اور کہنے لگا:

چمن سے مجھے شوق صحرا ہوا نئے رنگ کا مجھ کو سودا ہوا

اب میں یہاں نہیں رہوں گا، میں یہاں سے چلا۔

اب حاجی نے احرام باندھ لیا، نماز پڑھ لی، اب بندہ پڑھ رہا ہے تلبیہ: ''**لبیک، اللھم لبیک، لبیک، لاشریک لک،**'' دیوانوں کی طرح پڑھ رہا ہے، کبھی چلانے لگتا ہے، کچھ نہیں پرواہ کرتا کہ لوگ کیا کہیں گے، کوئی خیال ہی نہیں آتا، اس لئے کہ ؎

ضبط کرتا ہوں تو تکلیف سوا ہوتی ہے نالا کر لینے دیں للہ نہ چھیڑیں احباب

جب بندہ تلبیہ پڑھتا ہے گویا وہ اپنی زبان حال سے کہتا ہے لوگو! مجھے چیخ چیخ کے اپنے پروردگار کو پکار لینے دو، یہ جگہ ضبط کرنے کی نہیں ہے۔

بندہ لبیک لبیک پکارتا ہوا رب البیت کے دربار میں حاضر ہوگیا، بیت اللہ شریف کے سامنے حاضر ہوگیا۔

ڈھونڈتے ڈھونڈتے جا پہنچے ہم اس کے گھر تک
دلِ گم گشتہ میرے حق میں تو رہبر نکلا

اور جب وہ حج کرنے والا اور حج کرنے والی کعبہ کے پردوں سے چمٹ گئی اور چمٹ گیا تو کہنے لگا:

دامن کو یوں پکڑ کہ چھڑایا نہ جاسکے اے ناتوانِ عشق تجھے حسن کی قسم

اس کے بعد بندہ لپٹا ہوا ہے کعبہ کے پردے سے، بندہ لپٹا ہوا ہے ملتزم سے، عاشقوں کی بھیڑ ہے، چاہ رہے ہیں لوگ کہ جلدی سے ہٹیں، تو میں چمٹوں، لیکن وہ ہٹنا نہیں چاہتے، اِن کی تمنا بھی صحیح اور اُن کا اصرار بھی صحیح، یہ بھی جلدی کیسے چھوڑ دے، یہ زبان حال سے جواب دے رہا ہے:

آستیں چھوکر تمہاری چھوڑ دے مدتوں میں جس کے ہاتھ آئی ہے وہ

اس کے بعد حاجی نے حرم میں نمازیں پڑھنی شروع کیں، بھاگا بھاگا جاتا ہے، وقت بہت کم ادھر ادھر گذارتا ہے، کم کھاتا ہے اور کم پیتا ہے اور یہ کوشش کرتا ہے کہ استنجے کرنے کی بھی ضرورت کم پڑے، وضو کرنے کی بھی ضرورت کم پڑے؛ تاکہ زیادہ وقت اس معشوق کے دیدار میں لگاؤں، طواف کرتے کرتے تھک جاتا ہے تو بیٹھ کے بیت اللہ کو دیکھنا شروع کر دیتا ہے، ٹکٹکی باندھ کے دیکھنا شروع کر دیتا ہے، جیسے کسی معشوق کو اس کا عاشق دیکھتا ہے، ابھی اس کا جی نہیں بھرا تھا؛ کہ ایک دم سے کہا جاتا ہے کہ یہاں نہیں ٹھیرنا ہے، ۸ تاریخ آ گئی، چلو منی چلو، اب منی پہنچ گئے، ابھی منی میں ٹھیک سے وقت گذرا بھی نہیں تھا کہ جی بھر کے منی کو دیکھیں اور اللہ کو یاد کریں، حکم ہوا کہ چلو عرفات چلو، عرفات پہنچے، یہ مجمع پوری دنیا سے آیا ہوا ہے، اطمینان سے کم سے کم دو تین دن تو گذاریں گے؛ لیکن نہیں، مغرب کی نماز کے بعد یہاں سے چلدو، غروب کے بعد فوراً یہاں سے چلو، مزدلفہ چلو، یہ کیا ہو رہا ہے کہ ایک جگہ ٹکنے نہیں دیا جاتا، بات یہ ہے کہ دیوانہ کہیں ایک جگہ ٹکتا ہے؟ وہ دیوانہ کیا کہ ایک جگہ آرام سے بیٹھ جائے، میز پر بیٹھ کر لکھے، اخبار پڑھے، وہ کوئی دیوانہ

ہے؟ دیوانہ تو وہ ہے جو کبھی ادھر جارہا ہے، کبھی ادھر جارہا ہے، اسے ایک پل قرار ہی نہیں آرہا ہے؛ کسی کہنے والے نے کی خوب کہا:

دن کہیں رات کہیں صبح کہیں شام کہیں یک جا رہتے ہیں عاشق بدنام کہیں

عرفات سے حاجی منی پہنچا، منی میں س سے کہا گیا تھا کہ کنکریاں مارو، کیوں کنکریاں مارو؟ اس لئے کہ ایک دیوانے اپنے سمجھانے والے کو کنکریاں ماری تھیں، تم بھی کنکریاں مارتے وقت دل کے اندر اس کیفیت کو تازہ کرو کہ:

میں اسے سمجھوں ہوں دشمن جو مجھے سمجھائے ہے

جو مجھے اللہ کی محبت کے راستے سے روکے گا، جو مجھے اللہ کی اطاعت کی راستے سے اور شریعت وسنت کی پابندی کرنے کے راستے سے روکے گا، میں اسے دشمن سے کم نہیں سمجھوں گا۔ ان جذبات کو دل کے اندر کنکریاں مارتے وقت تازہ کرنا یہ اس کی روح ہے۔

حاجی نے کنکریاں مارلیں، اب کیا کریں؟ اللہ کے اس دیوانے نے اپنے بیٹے کے گلے پہ چھری چلائی تھی، تم اتنے سچے دیوانے تو نہیں ہو، تو میں تم سے یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ اپنے بیٹے کے گلے پہ تم چھری چلاؤ؛ البتہ اس دیوانگی کی نقل اتارلو، ایک جانور کے گلے پہ چھری چلالو، صرف نقل اتاروگے تو چونکہ اس کی یاد تازہ ہوگی اور وہ مجھے اتنا پسند ہے کہ اس کی یاد کی برکت سے میں تم کو بھی اپنی محبت کا کوئی ذرہ دے دوں گا:

دلِ مضطر کی پوری آرزو ہو کسی کی تیغ ہو میرا گلو ہو

لیجئے، حاجی نے قربانی بھی کردی، اب احرام والی پابندیاں ختم، نہا دھو کر کپڑے بدلو، خوشبو لگاؤ، مگر ہاں! ابھی ایک پابندی باقی ہے، اپنی بیوی سے ملاقات ابھی نہیں کرسکتے، کیوں؟ اس لئے کہ ابھی محبوب حقیقی سے ملاقات باقی ہے —— دل تو اس کے لئے تڑپ رہا ہے، لہٰذا پہلے آؤ، بظاہر بیت اللہ اور درحقیقت ''رب البیت'' کا طواف کرو، ملتزم سے چمٹو، حجر اسود کو بوسہ دو، یہ طواف ''ملاقات'' کا طواف ہوتا ہے، شاید اسی لئے اسے ''طواف زیارت'' کہتے ہیں، اسی کے بعد حج مکمل ہوتا ہے، یعنی اللہ کی محبت دِل میں جم جاتی ہے —— اللہ ہم سب کو، اور ہر حاجی کو مقبول ومبرور حج نصیب فرمائے ——

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆